روزنِ خانۂ دل



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

روزنِ خانۂ دل

مجموعہ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : روزنِ خانۂ دل

﴿کلام اپریل سنہ ۲۰۲۲ تا جون سنہ ۲۰۲۲﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۲

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : زارا احمد

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

اپنے ان اساتذہ کرام کے نام

جنہوں نے خلوصِ دل سے میری رہنمائی فرمائی اور میں آج جو کچھ ہوں وہ بنانے میں احسن رنگ میں اپنا کردار ادا کیا۔



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ ' بفضلِ خدا ' دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ترتیب

روشنی اُس سے ، ہَوا ، سانس کا ساماں ، اُس سے
روزنِ خانۂ دل ہم نے کُھلا رکھا ہے

پیش لفظ

محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

جس برق رفتاری سے جناب طارق انور باجوہ نے اپنے شعری سفر کے فاصلے طے کئے ہیں ، اس کی مثالیں بہت کم بلکہ نادر و نایاب ہیں۔ یقیناً قارئین بھی حیران ہوتے ہوں گے کہ دو سال میں ہی یہ ان کا آٹھواں شعری مجموعہ ہے ، جو کچھ عرصہ بعد آپ کے سامنے جلوہ افروز ہو گا۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زود گوئی میں پُر گوئی نہیں ہوتی اور بار بار ایک جیسے مضامین کا اعادہ ہوتا ہے۔ لیکن باجوہ صاحب کے کلام میں اس قسم کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ بلکہ میر انیس کا مصرعہ طارق انور باجوہ صاحب پر صادق نظر آتا ہے کہ

ع

اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

ان کا اندازِ بیاں مختلف رنگوں سے آراستہ ہے۔

قطعہ، نظم ہو یا غزل ہو، پنجابی میں ہو یا اردو زبان میں ان کی قدرتِ کلام ہر طرح سے ہنر مندی سے بھرپور ہے۔ فنی محاسن اپنی جلوہ انگیزیوں سے کلام کو جاذبِ نظر بناتے ہیں۔ ان کے اشعار تازہ بتازہ تاثیر سے معمور ہیں یہ مجموعہ "روزنِ خانہ ٔدل" بھی انہی خصوصیات کا عکاس ہے۔

رنگ و خوشبو کی زباں میں ہو گلوں کی گفتگو
اور جو تکلیف دیتے ہوں ، انہیں کہتے ہیں خار

اتنا پیچیدہ نہیں عرش کا رستہ ورنہ
لفظ واں کیسے پہنچ جاتے ، اڑانیں بھر کے

دوستی یوں تو مقدّر سے ملے جس کو ملے
زیست کھو دیتے ہیں ، کچھ لوگ اسے پانے میں

ہم نے سفر میں کب کوئی خود سے قدم لیا
ہم تو اسی کا ڈھونڈتے بس نقشِ پا رہے

سمندر نے چھپا رکھے ہیں موتی
جنھیں ہم نے سرِ مژگاں رکھا ہے

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

حال کینیڈا

۲ جولائی ۲۰۲۲

محترم مبارک احمد صدیقی صاحب

ایک اچھا شاعر اپنے قاری کو دھند کے اُس پار بھی دکھاتا ہے، بھول بھلیوں میں راہ بھی دکھاتا ہے اور بڑے فلسفیوں کی پوری پوری کتاب کو ایک مصرعے میں سمونے کا ہنر بھی جانتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کے بہت سے اشعار پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان رموز سے بخوبی آشنا ہیں۔

میں محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو انکے آٹھویں مجموعہ کلام "روزنِ خانہ ٔدل" کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔خوشی کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نہ صرف اچھے شاعر ہیں بلکہ بہت ہی اچھے انسان بھی ہیں۔دو سال پہلے انہوں نے شاعری کا باقاعدہ آغاز کیا اور گزشتہ دو برس میں لندن میں ہونے والے تقریباً ہر مشاعرے میں منتظمین نے ڈاکٹر صاحب کو بڑی محبّت سے بلایا ہے۔ اس پذیرائی کی ایک وجہ تو ان کی علمی شخصیت ہے دوسرے یہ بھی کہ انہیں خبر ہے کہ ان کے قاری اور سامع کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے علم و عرفان میں برکت بخشتا چلا جائے۔آمین!

مبارک صدیقی

۴ جولائی ۲۰۲۲

محترم عبد الشّکور صاحب

جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے آٹھویں مجموعۂ کلام "روزنِ خانۂ دِل" کی پی ڈی ایف کاپی سامنے ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں جناب طارق باجوہ صاحب کی زُود گوئی کی بات تو بارہا ہو چکی ہے اور اب شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والے ہر قاری اور تجزیہ نگار کی توجہ ان کی شاعری کے دیگر محاسن کی طرف مرکوز ہو رہی ہے۔ اس پہلُو سے بُہت سے مقتدر ادیبوں اور شُعرا کی آراء سامنے آ رہی ہیں۔

جناب طارق انور باجوہ صاحب کے ہاں، ہر صُبح نئے سے نئے مضامین کی قوسِ قزح کے جو رنگ اور حُسنِ بیان کے زیر و بم مشاہدے میں آ رہے ہیں ان سے ایک بات کی واضح طور پر نشاندہی ہو رہی ہے کہ ہماری ملاقات ایک نت نئے امکانات کے شاعر سے ہونے جا رہی ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ طارق باجوہ صاحب کا یہ سُخن کا سفر، خُوشبوؤں کا حسین سفر بنتا چلا جائے۔ آمین!

دُعا گو اور طالبِ دُعا، احقر العباد،

عبد الشکُور، کلیولینڈ اوہائیو، امریکہ

۴ جولائی ۲۰۲۲

محترم اسحٰق ساجد صاحب

اردو شاعری میں ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا مقام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی آٹھویں کتاب ”روزنِ خانۂ دل“ کا مسوّدہ میں نے غور سے پڑھا ہے۔

اردو شاعری کے نئے منظر نامے میں ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کا نام تیزی سے ابھرا ہے اور اب وہ جدید شعری روایت کی ایک مضبوط کڑی بن چکے ہیں۔ نئے ناموں میں ان کی شناخت منفرد احساس کے شاعر کی ہے۔ عام طور سے شعرا مقطع میں اپنی تعریف کرتے ہیں جسے شاعری کی اصطلاح میں تعلّی کہا جاتا ہے اور یہ تعلّی یا خود ستائی بُری نہیں سمجھی جاتی۔ لیکن ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی شخصیت اور شاعری کا یہ بھی خوبصورت پہلو ہے کہ انہوں نے اپنے کسی شعر میں اپنی تعریف نہیں کی۔ اسے ان کی منکسر المزاجی اور کسرِ نفسی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا اندازِ سُخن منفرد اور نرالا ہے اور نقّادوں نے ان کی شاعرانہ اہمیّت اور انفرادیت کو تسلیم کیا ہے اور یہ صحیح بھی ہے کہ ہم اپنی تعریف

خود کرنے کی بجائے یہ دیکھیں کہ دوسرے لوگ ہماری شاعری کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے اب تک سات مجموعے شائع ہوئے ہیں - یہ ''روزنِ خانۂ دل'' آٹھواں ہے۔ یہ مجموعہ بھی نظموں غزلوں اور منفرد اشعار پر مشتمل ہے۔

اب ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب دورِ جدید کے اہم شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ جدید موضوعات کو انہوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ برتا ہے۔ ان کی اس مجموعہ میں شامل نظمیں اور غزلیں جدید رجحانات اور عصری حسّیت کی ترجمان ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری سے ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی جدید طرزِ احساس کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب فطرتاً روایت شکن رہے ہیں اور جدید ادب سے انہیں ابتدا سے ہی رغبت رہی ہے۔ یہ بات ان کے اس سے پہلے سات شعری مجموعات سے بخوبی محسوس کی جاسکتی ہے۔ڈاکٹر صاحب کے نزدیک نئی روایتوں کو قائم کرنے کے لئے قدیم ادبی روایت سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب ایک باصلاحیت شاعر ہیں اور شاعری ان کی فطرت میں رچی بسی ہے پھر شاعری کو انہوں نے ذریعۂ شہرت نہیں بنایا اور ایک فطری شاعر کی خوبیوں میں یہ خوبی بہت اہمیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی شاعری پر نظرِ ثانی کے بعد ہی اسے پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی شاعری کو کسی خاص نظریئے یا اِزم کے تحت پرکھنا ناانصافی ہو گی بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے جو ادبی معیار اپنے لئے مقرّر کیا ہے وہ ان کے فن کو کس حد تک اعتبار بخشتا ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب ایک کامیاب شاعر ہیں۔ نظموں اور غزلوں میں ایک منفرد رنگ پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور اب وہ اس راہ پر گامزن ہیں جہاں فکر و فن دونوں یکجا ہو کر شاعری کو ایک خاص مقام عطا کرتے ہیں۔

اسحاق ساجد

جرمنی

۵ جولائی ۲۰۲۲

شہزادہ قمرالدین مبشّر صاحب

ماشاءاللہ آٹھویں مجموعہ کلام کی اشاعت پر دلی مبارک باد بہت خوبصورت نام تجویز ہوا ہے۔ اور خوبصورت اور دلچسپ تبصروں سے بھرپور شاعری کی دنیا میں اتنی تیزی سے ترقی اور اتنے کم عرصے میں اتنے مجموعہ کلام کی اشاعت اور مشاعروں میں آپ کی شرکت اور نمایاں کردار، ماشاءاللہ! آپ کی مثال ادبی دنیا میں بہت کم نظر آتی ہے جس کی تعریف پیارے آقا سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ بھی کرچکے ہیں جس کے بعد کسی سند کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بے انداز ترقیات سے نوازتا رہے اور ہمیشہ آپ کے قلم اور تحریر میں برکت عطا فرماتا رہے اور آپ کی صحت و عمر میں بے انداز برکت ڈالے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

آمین ثمّ آمین!!

شہزادہ قمرالدین مبشّر صاحب

گلاسگو۔سکاٹ لینڈ

۷ جولائی ۲۰۲۲

محترم طفیل عامر صاحب

”ایک مشاہدہ، پھر اس کا بیان“

میرے نزدیک، اس سارے کلام کا پس منظر اور محرّک اہم ہے۔ اُس کو جان لیا جائے تو پھر کلام کی تاثیر دوچند ہو جاتی ہے۔ اور بفضل مولا کریم، مجھے ”روزنِ خانۂ دل“ کے خالق کی قربت نصیب ہوئی اور ہو رہی ہے۔

مہینے میں دو تین بار ہم مل بیٹھتے ہیں اور وہ بھی گھنٹوں کے حساب سے۔

عموماً میں ہی اپنے قیاس کو پرکھنے کی خاطر ان سے کچھ پوچھ لیتا ہوں اور جواب میں ایک لفظ زائد یا کم نہیں ہوتا۔

یہ دیکھا جائے گا ، کیا کیا عمل ، کتاب پہ ہے
تو ہو گا سرخرو ، جس کی نظر حساب پہ ہے

مکان خریدا تو نیت اور کوشش یہی رہی کہ مسجد کے قریب ہو۔ الحمدللہ حسب خواہش ہوا۔ فاصلہ شاید آدھا میل یا اس سے کچھ کم ہو گا۔

کوشش یہی ہوتی ہے کہ نماز مسجد میں ادا ہو۔

اولاد میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹا وقفِ نو میں ہے جو اعلٰی تعلیم کے حصول کے بعد ''ایم ٹی اے'' میں خدمات سر انجام دے رہا ہے۔

سرور روح کا پاؤ ، یا اول فول بکو
چڑھے گا کیسا نشہ ، منحصر شراب پہ ہے

حضرت خلیفتہ المسیح الثالث رحمہ اللہ افریقی ممالک کے دورہ (۱۹۷۰ع) سے واپس آئے تو وہاں کے حالات کے پیش نظر ڈاکٹروں اوراساتذہ کو نصرت جہاں سکیم کے تحت وقف عارضی کر کے، وہاں خدمات سر انجام دینے کی تحریک کا اعلان کیا تو اس وقت ''روزنِ خانہ ٔ دل'' کا شاعر سکول میں نویں جماعت میں تھا مذکورہ تحریک کا سنا تو اسی وقت یہ عہد کر لیا کہ ،اوّل ڈاکٹر بنوں گا، دوئم وقف کر کے کسی افریقی ملک میں خدمات بجالاؤں گا۔
پھر اللہ تعالٰی نے اس پندرہ سالہ لڑکے کی خواہش اور عہد کو قبول کرتے ہوئے افریقی ملک تنزانیہ میں بطور ڈاکٹر تین سال خدمت کی توفیق دی۔

وہ سائبان بنے سر پہ گو رہیں طارق
برس بھی جائیں ، کہاں فیصلہ سحاب پہ ہے

میرا ایک شعر یوں ہے کہ،

جب میں بولوں محفل میں
چپ سے بہتر بات بھی ہو

اور "روزنِ خانہَ دل" کا شاعر کہتا ہے کہ ،

سوچ کر بولنا ، چپ رہنے کی عادت کرنا
جب پڑے بولنا ، حکمت سے خطابت کرنا

اور پھر کہتے ہیں ،

یوں ہی تعریف کی خاطر نہ سنانا قصے
سچ پہ مبنی ہو جو وہ پیش حکایت کرنا

مزید برآں

جان و دل نام کسی اور کے یوں کر دینا
اتنا آساں بھی نہیں ہوتا ، محبت کرنا

دل کی کہوں تو مجھے ان پر رشک آتا ہے۔ کہ،

انہوں نے دین کو دنیا پہ مقدم رکھا

الحمدللہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ "روزنِ خانۂ دل" کے شاعر، محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب اپنے تمام تر کلام کی چلتی پھرتی عملی تصویر اور تفسیر ہیں۔

" ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ "

باقی رہے نام اللہ کا۔

احقر

طفیل عامر (لندن)

۹ جولائی ۲۰۲۲ع

اظہارِ تشکّر

الحمد للہ کہ اپنا آٹھواں شعری مجموعہ ”روزنِ خانۂ دل“ پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سے پہلے میرے سات مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب ” لبِّ لباب “ کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالٰی کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالٰی نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ

پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمد للہ

"لبِّ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

''در آئینہ صفِ دوستاں'' میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ ''نصیبِ چارہ گری'' میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور ''بازگشت'' میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ ''پیتم بِن مَن سُونا'' میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲ اور اس آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی انہی کا عنایت کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور املا کی غلطیوں تک کی نشاندہی فرمائی۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ایک بار پھر خوبصورت

پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے ، مبارک احمد صدیقی صاحب، مکرم اسحٰق ساجد صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّراحمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا تعارف اور شاعر پر خوبصورت نظم عطا فرمائی۔

اللہ ان کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لندن

۳۰ جون ۲۰۲۲

"روزنِ خانۂ دل" تصنیفِ ہشتم

از ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب۔ لندن

تحریر ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

خاکسار ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کا تہہِ دل سے ممنون ہے کہ انہوں نے مجھے اپنے آٹھویں شعری مجموعہ کی پی ڈی ایف فائل حسبِ سابق مطالعہ کی غرض سے عنایت فرمائی ہے۔

ضیافتِ طبع کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی شاعری قلبی کیفیات کو تقویت بخشنے کے لئے روحانی مسیحائی سے بھرپور ہے جو سنجیدہ قاری کے جذبات کی ترجمانی کر رہی ہے۔ زندگیاں اقدارِ مشترک پر قائم ہیں، اور جو شاعر اپنے افکار و جذبات کی عکاسی کر سکے وہی اپنے ہم عصروں کا ترجمان بن جاتا ہے۔ آپ اب صرف لندن کے شاعر نہیں رہے بلکہ آپ کے فکر و ادراک کا طائر سخنوری کی بلندیوں کو عبور کرنے کے لئے ملکوں ملکوں محوِ پرواز ہے۔

برِّ صغیر کی آزادی کے بعد پیدا ہونے والے شعراء میں ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کا نام اب وجدان و عرفان کے سہارے صفِ اوّل کی جانب رواں دواں ہے خصوصاً یوں بھی کہ آپ اردو کی تیسری بڑی بستی لندن کے باسی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے لئے خاکسار کی طبیعت، زہے نصیب! پھر ایک بار نظم عرض کرنے کی طرف مائل ہوئی ہے۔ بطورِ ہدیۂ تبریک عرض کرتا ہوں۔ امّید ہے قبول فرمائیں گے:

کُھل رہی ہیں لفظ سے پرتیں سبھی ادراک کی
نوک خاروں سے جنم لیتی ہیں یوں بھی شاعری

خانۂ دِل میں ہے روزن اک برائے روشنی
روشنی کے ساتھ لپٹی ہے غزل کی چاشنی

حضرتِ طارق نے لی ہے اپنے مرشد کی دعا
اس سے اُبھری ہے قلم کی نوک سے یہ تازگی

ہے بلندی پر مقدّر کا ستارہ آپ کا
اس سے بہتر اور کیا تعبیر ہو گی خواب کی

عاجزانہ روح کے اندر اُجالے کی جھلک
ہر کسوٹی نے پرکھ ڈالی ہے ان کی عاجزی

ہے گل و گلزار کا بھی تذکرہ اشعار میں
تتلیوں کے پنکھ جیسی ہے قلم کی خامُشی

آٹھویں تصنیف "طارق" کی ورَق پر آفتاب
مدّتوں سے چل رہی ہے چاند سے بھی دوستی

حمد سے آغاز ہے اور حمد سے ہی اختتام
اس طرح ہی ذاتِ یزداں ہے منوّر چاہتی

نتیجہِ فکر: ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

غزلیات

اور

نظمیں

حمدِ باری تعالٰی

جب خدا کی نعمتیں انسان پر ہوں صد ہزار
شکر کا مضمون جاری ہو زباں پر بار بار

دیکھ کر قدرت کی صنّاعی کے جلوے ہر طرف
محوِ حیرت ہو کے رہ جاتی ہے چشمِ بے قرار

قطرہ قطرہ برف سے گر کر بنے بہتی ندی
اور کہلائے ، گرے جب بن کے دریا ، آبشار

رنگ و خوشبو کی زباں میں ہو گلوں کی گفتگو
اور جو تکلیف دیتے ہوں ، انہیں کہتے ہیں خار

نرمئ گُفتار سے پتھر پگھل کر موم ہوں
سختیوں کے سامنے ہوں نرم دل بھی کوہسار

شوخیٔ تقریر سے قائل کوئی ہوتا نہیں
ہو اثر ، کردار میں آئے نظر جو ، کرد گار

آسماں سے ہو تعلّق ، جس کا وہ سر سبز ہو
لاکھ موسم گرچہ بدلیں ، اس پہ ہر دم ہو بہار

شکر ہم اس کا کریں طارق کہ گن سکتے نہیں
یاد ہم کیا کیا کریں ، ہیں فضل اس کے بے شمار

حمدِ باری تعالٰی

چھپایا خود کو ہے تُو نے مگر دکھایا بھی
طریق وصل کا بے شک مجھے بتایا بھی

نگاہ خیرہ ہوئی دیکھ کر تِرا جلوہ
تھی گرچہ ایک جھلک ، طُور کو گرایا بھی

دکھائے خُلق وہ تیرے حبیبِ کامل نے
کہ اس نے کر لیا اپنا ، جو تھا پرایا بھی

کہیں نہ راستہ بھٹکیں ترے مسافرِ شب
چراغ ہم نے کبھی بام پر جلایا بھی

بروزِ حشر نہ کام آئے گا کوئی رشتہ
کہ ساتھ دے گا نہ اس دن کسی کا سایا بھی

جلال دیکھ کے تیرا میں جان دے دوں گا
اگرچہ حال پہ میرے تُو مسکرایا بھی

تمام کھڑکیاں دل کی کھُلیں تِری جانب
ہے دل سے نام ترے غیر کا مٹایا بھی

بھروسہ تُجھ پہ ہمیشہ کیا ہے طارق نے
ترے سوا تو نہیں کوئی کام آیا بھی

حمدِ باری تعالیٰ

تجھے اب تلک جس نے سمجھا نہیں
تو شاید کبھی اس نے سوچا نہیں

ترے حسن کا جو نہ شیدا ہوا
تو دیکھا تِرا اس نے جلوہ نہیں

تجھے پڑھ کے کہتے ہیں سب برملا
کسی نے ترے جیسا لکھا نہیں

پہنچتی ہے تیری وہاں تک نگہ
جہاں تک کسی نے بھی دیکھا نہیں

نہیں راز کوئی بھی تجھ سے نہاں
کسی دل کا تجھ سے تو پردہ نہیں

حجابوں کے اندر چھپے ہو مگر
مجھے کہہ رہے ہو کہ ڈھونڈا نہیں

عیاں ہو تو پھر ماننے کے سوا
کسی کے لئے کوئی رستہ نہیں

ہے طارق حسیں اس قدر اس کی ذات
کہیں دل بنا اس کے لگتا نہیں

نعتِ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم

سفر کا شوق بھی ، منزل کی جستجو بھی ہے
ترے وصال کی خواہش بھی آرزو بھی ہے

اگرچہ بندے کو نسبت نہیں کوئی تُجھ سے
مگر عزیز اُسے ، تیری آبرو بھی ہے

وہ عرش پر جسے ملنے بلایا خود تُو نے
ہوئی پھر اس سے ملاقات رو برو بھی ہے

کِیا پھر اس سے محبّت کا تُو نے جو اظہار
گواہ اس کی ، تری طرزِ گفتگو بھی ہے

تِرا ہی حسن جھلکتا ہے خوبروؤں میں
حبیب تیرا حسین اور خوبرو بھی ہے

تری صفات سبھی جلوہ گر ہوئیں اس میں
ترے نقوش پہ قائم وہ نیک خُو بھی ہے

درود اس پہ سبھی بھیجتے ہیں صبح و مسا
دلوں میں پیار ہے ذِکر اُس کا ، کُو بہ کُو بھی ہے

قصیدہ پڑھنے کی توفیق مل گئی تُجھ کو
کہ طارق اس کے غلاموں میں ایک تُو بھی ہے

وصل میں خاص جو قدرت نے مزہ رکھا ہے
ہجر میں درد بھی تو ، اس سے سوا رکھا ہے

کوئی بھولے تو کبھی یاد بھی آئے اس کی
کیسے بھولیں گے جسے دل میں بٹھا رکھا ہے

روشنی اُس سے ، ہَوا ، سانس کا ساماں ، اُس سے
روزنِ خانۂ دل ہم نے کُھلا رکھا ہے

عشق میں جینا ہے آسان ، نہ مرنا مشکل
نام عشّاق نے یوں اِس کا سزا رکھا ہے

عشق اور مشک چھپائے سے نہیں چھپ سکتے
اِس کی خوشبو کا تو سب ہی نے پتا رکھا ہے

کوئی اچھا ہی نہیں لگتا ہمیں اُس کے سوا
ہم نے یہ راز تو اُس سے بھی چھپا رکھا ہے

رونقِ بزم ہو یا دشت کی تنہائی ہو
ساز نغموں پہ وہی ایک بجا رکھا ہے

ایک ہم ہی تو نہیں اُس کے پرستار یہاں
اُس نے ہر ایک کو دیوانہ بنا رکھا ہے

فکر کب باقی رہی جب سے ملا وہ طارق
جان و دل ہم نے فقط اس پہ لُٹا رکھا ہے

باقی تو امتحان کوئی رہ نہیں گیا
جائے پنہ مکان ، کوئی رہ نہیں گیا

اب کس بنا پہ ساتھ میں دوں اس کا دوستو
رشتہ ہی درمیان کوئی رہ نہیں گیا

مہمان ہو کے جاؤں تو ٹھہروں میں اب کہاں
اُس گھر میں میزبان کوئی رہ نہیں گیا

اٹھتی ہو جس سے روشنی ، امّید کی کرن
کرتا ہو وہ جو دان ، کوئی رہ نہیں گیا

سنتے ہیں عدل کا کہیں ڈنکا بجا کبھی
ہے زیبِ داستان ، کوئی رہ نہیں گیا

کس کے بھروسے جاؤں گا اب اپنے گھر کو میں
اس میں بھی مہربان ، کوئی رہ نہیں گیا

طارق نصیب میں ہے خوشی جس کے ہے وہ خوش
پر شکر و امتنان کوئی رہ نہیں گیا

کہتے ہو ، چاہتے تھے جو ، کرنے نہیں دیا
خود کو تمہارے ہاتھ سے مرنے نہیں دیا

تم آگ کے کنارے پہنچ کر بھی بچ گئے
یوں چاہتوں نے تم کو بکھرنے نہیں دیا

دیکھا تو ہو گا آئنہ تم نے بھی بارہا
تاریکیوں نے تم کو سنورنے نہیں دیا

جلوہ دکھا کے اُس نے منوّر کیا جہاں
رُخ تم نے موڑا ، دل کو نکھرنے نہیں دیا

سیکھا ہے کس نے تیرنا ساحل پہ بیٹھ کے
پانی میں کس نے تم کو اترنے نہیں دیا

تھی فصلِ گل بھی آئی لئے ایک رُت نئی
منظر میں تم نے رنگ ہی بھرنے نہیں دیا

کہتے ہو چھوڑ کر ہمیں آگے نکل گئے
تم نے ہی اپنے گھر میں ٹھہرنے نہیں دیا

طارق تو آسمان کی وسعت کو پا گیا
تم نے قدم زمیں پہ جو دھرنے نہیں دیا

عارض و لب کو جو گلزار بنا دیتے ہیں
حسن کو شرم و حیا اور جِلا دیتے ہیں

آپ تو دل کے نہاں خانوں میں رہتے ہیں کہیں
ہم تو غیروں کو سر آنکھوں پہ بٹھا دیتے ہیں

مل انہیں جا کے کبھی ، بات ذرا کر کے دیکھ
مشورہ دوست جو اپنے ہوں کھرا دیتے ہیں

پوچھنے آئے ہیں گھر پر وہ طبیعت میری
تُجھ کو بیماریٔ دل ، دل سے دعا دیتے ہیں

شرم سے یوں تو جھکے رہتے ہیں نیناں تیرے
اور اُٹھ جائیں تو پھر حشر اُٹھا دیتے ہیں

دشت میں نام ترا لے کے صدا دینے کا
سینہ چاکانِ محبّت ہی صلہ دیتے ہیں

ہوش میں آتا نہیں کوئی بھی عاشق ان کا
حسن والے یہ نشہ کیسا پلا دیتے ہیں

آپ پیغام سُنیں جب تو پریشان نہ ہوں
کام کی ہم بھی کوئی بات بتا دیتے ہیں

یوں تو ہیں خاک نشیں ، سوختہ ساماں طارق
اس کے قدموں میں دل و جان لُٹا دیتے ہیں

تری جُدائی کا دکھ ہی نہیں جو سہنا پڑا
جو دل پہ ہجر میں گزری ہے اب وہ کہنا پڑا

جو ظلم ڈھائے گئے وہ ہے داستان الگ
ستم تو یہ تھا مجھے دور تُجھ سے رہنا پڑا

بپھرتی موج کو ساحل تو روک لیتا ہے
جو دل بھرا ہے ، اسے چشمِ تر سے بہنا پڑا

اگرچہ دیکھا ، کئی بار چاند گہنائے
یہاں تو چاند کے قدموں میں دیکھا گہنا پڑا

کہے گا کیسے بھلا جھوٹ سامنے اس کے
وہاں جو دیکھ لیا آئنہ برہنہ پڑا

بنائے سپنوں میں لوگوں نے خود ہی تاج محل
تو پھر یہ شکوہ ہے کیسا کہ سب کو ڈھہنا پڑا

ہوئے ہیں سرخرو ، وہ بھی کہاں یہاں طارق
تمام عمر جنہیں امتحاں میں رہنا پڑا

محبّت کا کہیں شعلہ بھڑکنا بھی ضروری تھا
کہ جینے کے لئے دل کا دھڑکنا بھی ضروری تھا

کہاں آزاد پنچھی جانتے وقعت اڑانوں کی
قفس میں یوں پرندوں کا پھڑکنا بھی ضروری تھا

خبر ہوتی بھلا طوفان کی کیسے مکینوں کو
تو کھڑکی کا ہواؤں میں کھڑکنا بھی ضروری تھا

لگائے تھے کسی نے جب اذیّت دینے کو تو پھر
نمک زخموں پہ روزانہ چھڑکنا بھی ضروری تھا

ہمارے ناز و نخرے جب اٹھائے اس نے روز و شب
ہمیں رستہ دکھانے کو جھڑکنا بھی ضروری تھا

قدم طارق اکڑ کر گر ، رکھے آگے تکبّر سے
بلندی سے زمیں پر پھر لڑھکنا بھی ضروری تھا

دیکھنے پر ، اسے ان آنکھوں سے ، اصرار نہ کر
دل کی آنکھوں سے اسے دیکھ ، یوں انکار نہ کر

آدمی ہوتا ہے انسان ، فرشتہ تو نہیں
ہو خطا اس سے ، تو رسوا سرِ بازار نہ کر

جو چلا آیا ترے پاس امیدیں لے کر
دے بشارت اسے یوں خُو گرِ انذار نہ کر

اے مرے دشمنِ جاں سن تو سہی بات مری
سازشیں کر کے بہانہ ، پسِ دیوار نہ کر

گر محبّت ہے کبھی ذکر بھی لب پر آئے
کون کہتا ہے تجھے عشق کا اظہار نہ کر

عاجزی عقل سکھاتی ہے ، خودی پاگل پن
فیصلہ دل کے مقابل ، سرِ پندار نہ کر

کامیابی ہی مقدّر میں لکھی ہے تیرے
کی جو محنت اسے عُجلت میں تُو بیکار نہ کر

طارق آ جائے گا تجھ کو بھی محبّت کا جواب
بد گمانی سے یونہی خود کو گنہگار نہ کر

رمضان جب سے آ گیا ، اکناف و ناف میں
شام و سحر ہیں رونقیں شہر و مضاف میں

مہمان بن کے آتا ہے ماہِ صیام یہ
ضائع نہ ہوں یہ دن کہیں لاف و گزاف میں

یہ برکتوں کے دن ہیں ، یہ راتیں ہیں قیمتی
غفلت کے ہم نہ سو کے گزاریں لحاف میں

ہر روز ہم پڑھیں اسے ، ایسا نہ ہو کہیں
پھر طاق پر پڑا رہے قرآں ، غلاف میں

سائے گنہ کے دور ہوں ، توبہ کے نور سے
نازل ملائکہ ہوں ، دلِ پاک صاف میں

اس ماہ میں ہی ڈھونڈنے کو لیل ، قدر کی
کچھ خوش نصیب بیٹھتے ہیں اعتکاف میں

طارق خدا کا قُرب ہے گر مقصدِ حیات
بہتر ہے پھر رہیں اسی گھر کے طواف میں

❁ ❁ ❁

قانون کی جو پڑ گئے ہیں ، مُو شگاف میں
کہتے ہیں فرق ہے پڑھیں تو شین قاف میں

ماہِ صیام کی یونہی راتیں گزر گئیں
کچھ فائدہ اٹھایا نہیں المضاف میں

شیطان سے جو پوچھا ہوئے تم ہو قید کیا
اس کو تو اعتراض نہیں ، اعتراف میں

ناکام کب ہوا ہوں میں ، شیطان نے کہا
ہو جائیں متّفق جو سبھی اختلاف میں

رشوت کی پیشکش ہو ، سیاسی ہوں رہنما
لگتی نہیں ہے دیر ذرا انحراف میں

وعدہ جو کر کے آئے ، رکھیں گے وہ راز سب
لالچ میں دیر کب وہ کریں انکشاف میں

خوابوں میں رہ رہے ہیں جو پریوں کے دیس میں
طارق نظر وہ آئیں گے اب کوہِ قاف میں

❀ ❀ ❀

تم بھی اس لفظ کے کچھ اور ہی معنی کرتے
تم نے دیکھا ہی نہیں اس سے محبّت کر کے

یہ محبّت کا تقاضا نہیں اخلاق میں ہے
تھام لیتے ہیں گرے کوئی تو آگے بڑھ کے

اتنا پیچیدہ نہیں عرش کا رستہ ورنہ
لفظ واں کیسے پہنچ جاتے اڑانیں بھر کے

اس لئے شام ہوئی مجھ کو بھی آتے آتے
تُجھ تک آنے کے نہیں اتنے بھی آساں رستے

تو جو ہو سامنے کب اُٹھے مری اب بھی نگاہ
اب بھی حسرت ہے تجھے دیکھوں کبھی جی بھر کے

دشت ویراں نہ رہا ، دل میں جو سیلاب آیا
ابر آنکھوں سے بہت نور کے تڑکے برسے

طارق آئے گی صدا جب تو سبھی چل دیں گے
خوف طاری ہے مگر ایک ، اسی کے ڈر سے

تیرگی چھائی تھی جیسے شبِ دیجور بنے
اک چراغ اُترا ، ہمارے لئے ، پُر نور بنے

عشق کب عقل کے پیمانے پہ پورا اترے
حسن کہلائے وہی ، دل کو جو منظور بنے

دل میں پالی ہی نہیں کوئی بھی خواہش ایسی
بن کے حسرت ، مرے سینے کا جو ناسور بنے

عاجزی دل میں رہے ، نرم ہو گُفتار سدا
ہم نہیں چاہتے سر ایسا جو مغرور بنے

ہم اسے دوست کہیں کیسے ، نہ کام آئے جو
چاہیئے جب ہو مدد کوئی ، تو مجبور بنے

ہم تو حیراں ہیں وہ کس طرح سے کرتے ہیں حجاب
بے نقاب آتے ہیں باہر ، جو ہیں مستور بنے

وہ بھی تعمیر عجب ہو گی خدا کے گھر کی
جس میں معمار نبی ہو ، نبی مزدور بنے

ہاتھ پاؤں جو سلامت ہیں تو پھر کام کریں
دیکھتے یوں نہ رہیں دور سے ، معذور بنے

طارق اتنا تو تقاضا ہے محبّت کا بھی
پیار کیجے تو وفا اس کی بھی مقدور بنے

اگرچہ موڑ ہے یہ اک نیا کہانی کا
گزر گیا ہے مگر دور نوجوانی کا

دکھائی دیتا ہے لوگوں کو اور ، ہے کچھ اور
عجیب قصّہ یہاں پر ہے حکمرانی کا

یہ سلسلہ تو ہے بچپن سے اس طرح جاری
عیاں ہوا ہے مگر راز اب ، روانی کا

یوں پہلی مرتبہ حیران کر گئے وہ بھی
لبادہ اوڑھتے ہیں وہ جو پاسبانی کا

وہ لوگ کوئی توقّع جو رکھ کے بیٹھے ہیں
میں دوش دیتا نہیں ان کو خوش گمانی کا

غرض نہیں ہے کسی کو مرے علاج سے بس
دکھائیں سب کو تماشا یہ ناتوانی کا

کوئی تو درد سے ، اِس کے لئے ، دعا کر دے
ہے اتنا قرض تو سب پر وطن کے پانی کا

لحاظ کوئی بھی کرتا نہیں یہاں طارق
کہ حق ادا کِیا ہے ، کس نے باغبانی کا؟

یوں تو نہیں کہ وہ کبھی تنہا نہیں گیا
محفل سے اُٹھ کے ، پر وہ اکیلا نہیں گیا

سودا ضمیر کا یہاں پہلے بھی تو ہوا
پہلے یہ کھیل کیا کبھی کھیلا نہیں گیا؟

میں جب بھی اس کے حسن کا قصّہ بیاں کروں
" کہتے ہیں تم سے ٹھیک سے دیکھا نہیں گیا "

موقع ملا جسے وہ بہانہ کرے گا کیا
کیوں اس سے اس مقام پر بیٹھا نہیں گیا

تم نے کہاں وفا سے نبھائی ہے دوستی
کہتے ہو ٹوٹ کر مجھے چاہا نہیں گیا

اس کو بھی لوٹ آنے پہ احساس یہ ہوا
وہ دور خود گیا تھا ، کنارا نہیں گیا

پچھتا رہا تھا وہ جو گیا چھوڑ کر کبھی
آیا تو لوٹ کر وہ دوبارہ نہیں گیا

تخلیقِ کائنات سے طارق ہو یہ عیاں
دن رات کو یونہی تو بنایا نہیں گیا

دعویٰ کرنے کو تو کرتے ہیں زمانے والے
کم ہیں دنیا میں محبّت کو نبھانے والے

دودھ پینے کو ہیں تیّار یہاں سب مجنوں
پر کہاں ملتے ہیں اب ، جان لُٹانے والے

مال و دولت کی محبّت میں گرفتار ہیں جو
چھوڑ جاتے ہیں یہیں ، دنیا سے جانے والے

وہ جو مخلوق کی خدمت کو ہیں تیّار یہاں
ہیں وہی جا کے وہاں اجر بھی پانے والے

دن میں کھو بیٹھے اسے رات کمایا جو بھی
ایسے گھاٹے میں رہے ، یار کمانے والے

بانٹتے پھرتے ہیں خوشیاں جو زمانے بھر کو
لاکھ مل جائیں انہیں اپنا بنانے والے

ہو اگر درد مریضوں کو ، مسیحا کوئی
آسماں سے بھی اتر آتے ہیں ، آنے والے

ڈھونڈ طارق اسے جو روح کو سیراب کرے
یوں تو مل جائیں بہت پینے پلانے والے

زائچہ اپنا پڑھ رہا ہو گا
اپنی قسمت سے لڑ رہا ہو گا

ایک سچا وہ لاکھ جھوٹوں میں
ان پہ بھاری جو پڑ رہا ہو گا

جانتے کیا نہیں ، وہ پاگل ہے
بات اپنی پہ اڑ رہا ہو گا

تیر اپنوں کے کھا کے پیچھے سے
اور آگے وہ بڑھ رہا ہو گا

دیکھ کر اس کا حوصلہ ، دشمن
خود ندامت سے گڑ رہا ہو گا

کوئی مُلّا ہی فی سبیل اللہ
سب فسادوں کی جڑ رہا ہو گا

اور شیطان کامیابی پر
اپنے گھر میں اکڑ رہا ہو گا

اب تو لگتا ہے جلد ہی شاید
پھر الیکشن وہ لڑ رہا ہو گا

طارق اچھا ہوا کہ باہر ہیں
ووٹ اپنا نہ پڑ رہا ہو گا

سجا کے دل میں رکھا ہم نے ہجرِ یار کا داغ
لگا تھا گرچہ کلیجے پہ اس کے وار کا داغ

عیاں کیا ہی نہیں اس پہ جب ملا ہوں اسے
چھپا کے رکھا ہے سینے میں اس کے پیار کا داغ

نمایاں میں نے کیا کب تھا ضد تمہاری تھی
دکھایا جائے سبھی کو دلِ فگار کا داغ

بھروسہ میں نے کِیا تم پہ خود سے بھی بڑھ کر
مگر تمہی سے ملا مجھ کو اعتبار کا داغ

مرے ضمیر نے مجھ کو ہی سنگسار کیا
لگا کے مجھ پہ ہمیشہ گناہ گار کا داغ

مرا بیان سنا ہی نہیں عدالت نے
دکھاتا کیسے وہاں پر کسی عیّار کا داغ

مجھے تو لُوٹا گیا ہے بھری جوانی میں
نحیف کر گیا مجھ کو جو لُوٹ مار کا داغ

مرے جو بس میں ہو طارق علاج بھی کر لوں
کہ اب تلک نہ مٹا ہے ترے شکار کا داغ

انکشاف

اک مرتبہ کِیا خدا کے گھر کا جب طواف
نکلی یہ میرے دل سے دعا ، دیکھ کر غِلاف

کرتا ہے تُو قبول دعائیں سبھی یہاں
رحمت سے اپنی کر دے مرے سب گنہ مُعَاف

شیطان مجھ سے دور ہو ، تیری پنہ ملے
مجھ کو نہ ہو کبھی ترے حکموں سے اِنحِراف

تُو نیکیوں کی بھی مجھے توفیق کر عطا
تیرے نبی سے ہو نہ کبھی مجھ کو اِختِلاف

وہ تھی قبول ہونے کی شاید کوئی گھڑی
پھر ہر طرف سے نور کا تھا جیسے اِنعِطاف

مجھ کو لگا قبول مری ہو گئی دعا
سُستی کے دور سب ہوئے ، دل سے مرے لِحاف

ہوتا ہے اب بھی ، دل سے جو نکلے دعا ، اثر
اس روز مجھ پہ ہو گیا واضح یہ اِنکشاف

حاجت نہیں ہے اس کو کسی کے سجود کی
پر شرط اک یہی ہے کریں دل کو پاک صاف

طارق نہیں ہے عرش بہت دور ، کر دُعا
پہنچیں اُڑان بھر کے ترے لفظ واشِگاف

بات دانائی کی ہم کرنے سے باز آتے نہیں
یوں اگر شکوہ کسی کو ہو تو گھبراتے نہیں

حیف ہے ان پر جنھیں ملتے ہیں بوڑھے والدین
کر کے خدمت ان کی پھر جنّت میں وہ جاتے نہیں

یا جو پائیں ماہِ رمضاں ، تندرستی میں مگر
روزہ رکھ کر آگ سے دوزخ کی بچ جاتے نہیں

قُرب کا ملتا نہیں ہے وہ فرشتوں کو مقام
اشرف المخلوق جو انسان کہلاتے نہیں

ہو جو انساں سے ، فرشتوں سے نہ ہو ، راز و نیاز
حضرتِ انسان جیسا قُرب وہ پاتے نہیں

ابتلا دشمن کے ہاتھوں سے ہوں یا تقدیر سے
دوستی جن کی خدا سے ہو وہ گھبراتے نہیں

انّا للّٰہ صبر سے پڑھ کر ہوں جب وہ سرخرو
ان پہ ان کے رب سے رحمت اور صلٰوت آتے نہیں ؟

دائمی پاتے وہی ہیں اس جہاں میں زندگی
جان دینے سے خدا کی رہ میں گھبراتے نہیں

اس کی رہ میں جینا مرنا ہو اگر طارق تِرا
نعمتیں جو بھی ملیں پھر ان کو ٹھکراتے نہیں

دیر تک رات کو محفل تو جمی رہتی ہے
پھر بھی شکوہ ہے محبّت میں کمی رہتی ہے

تم بھی ان آنکھوں پہ کہتے رہے غزلیں لیکن
یہ نہ پوچھا کبھی کیوں ان میں نمی رہتی ہے

وہ نہیں بھولتے وابستہ ہوں یادیں جن سے
لوگ مل جاتے ہیں پر ان کی کمی رہتی ہے

حوصلے پر انہیں کچھ داد تو دینا ہو گی
جن کے ہونٹوں پہ ہنسی دل میں غمی رہتی ہے

وہ کبھی آئے تھے جس راہ سے ملنے مجھ کو
یہ نگہ آج بھی اس رہ پہ جمی رہتی ہے

سامنا ان سے اچانک جو کبھی ہو جائے
دل کی دھڑکن مری کچھ دیر تھمی رہتی ہے

کر چکا سارے مناسک ہی میں حج کے پورے
اک کمی باقی ہے ، شیطاں کی رمی رہتی ہے

طارق آؤ تو کبھی ، باتیں کریں گے اس کی
دیکھنا پھر کہاں برسات تھمی رہتی ہے

لیلۃ القدر

رات تو رات ہے آئی تو گزر جائے گی
دیکھنا ہے کہ ہمیں لے کے کدھر جائے گی

شب یہ افضل ہے مقابل گو مہینے ہوں ہزار
پا لیا اس کو تو قسمت ہی سنور جائے گی

فجر تک اس میں مسلسل ہو فرشتوں کا نزول
روح وہ اترے گی دل پاک جو کر جائے گی

اذن سے رب کے ہر اک چیز کو پہنچے گا سلام
یہ صدا آئی تو پھر کر کے سحر جائے گی

کر لے رُخ اپنا اگر بندہ خدا کی جانب
کر کے آساں یہ گھڑی اس کا سفر جائے گی

مغفرت ہو گی گناہوں کی معافی ہو گی
دے کے ہر ایک کو جنّت کی خبر جائے گی

طارق اے کاش مقدّر میں ہو یہ قدر کی رات
خوش نصیبی ہے یہ جس جس کے بھی گھر جائے گی

لے کے جاتا ہے زمانہ کس طرف ، گردش لئے
روٹھ کر ہم سے چلا جائے نہ وہ رنجش لئے

وہ اترتا ہے زمیں پر نیم شب یہ دیکھنے
کون سجدے میں پڑا ہے دید کی خواہش لئے

اس کی رحمت پوچھتے ہو کیا ، بس اتنا جان لو
ہر گھڑی بادَل رکھے سر پر جو ہیں بارش لئے

دیکھ کر چہرے پہ اطمینان میرے ، خوش نہیں
جل گئے حاسد مرے ، سینے میں یوں آتش لئے

راز داں جس کو بنایا تھا وہی دشمن ہوا
وہ کچہری میں بھی جا پہنچا کوئی نالش لئے

کوئی ملّا ہو یا منصف سوچ اس کی ایک ہے
مال کب آتا ہے دیکھے ہاتھ میں خارش لئے

ڈھونڈنے جائیں گے مجنوں کو کبھی سوچا تھا پر
پھر خیال آیا نہ سمجھے ، آ گئے دانش لئے

طارق اب ایسا زمانہ آگیا ہے دہر میں
لوگ پھرتے ہیں یہاں گردن کی پیمائش لئے

❀ ❀ ❀

بتلائیں کیا ہمیں اسے ملنے سے کیا ملا
عرفانِ ذات ہو گیا اپنا پتا ملا

صدمات اپنے جان کے تھے دل گرفتہ ہم
بھولے سبھی ہمیں جو وہ غم آشنا ملا

منزل کا کچھ پتہ نہیں تھا جب چلے تھے ہم
اس کی عطا سے پھر ہمیں اک رہنما ملا

اس نے دکھا دیا ہمیں منزل کا راستہ
جو لے چلا ہمیں اسی کا نقشِ پا ملا

دیکھا خدا کا عکس جو انساں کے روپ میں
ہر ذرّہ اس کے حسن کا پھر آئنہ ملا

رستے میں لڑکھڑائے بھی نازک قدم تھے جو
اس سے مگر وفا کا ہمیں حوصلہ ملا

طارق سفر پہ جب چلے خود اس نے تھاما ہاتھ
بھٹکے ہوئے تھے ہم نہ تھا جب تک خدا ملا

گھونٹ کڑوا پیا نہیں جاتا
دکھ چھپا کر ہنسا نہیں جاتا

کیا ضروری ہے عشق میں مرنا
عشق بن کیا جیا نہیں جاتا

جاں وہ مانگے تو منع کر دیں کیا
ہم سے احساں لیا نہیں جاتا

ہم چھپا کر اسے کہاں رکھیں
دردِ دل اب سہا نہیں جاتا

ہو گیا چاک جب گریباں تو
اب یہ ہم سے سیا نہیں جاتا

بھول جائیں یہ ہے تو نا ممکن
ہاں ، دُعا سے رہا نہیں جاتا

وہ نکل آئے بھی حجابوں سے
اس کا رنگِ حیا نہیں جاتا

اس سے ملنے کو ہم چلے آئے
ورنہ اس کا گلہ نہیں جاتا

چاہتے ہیں کہ ہم بنیں اس کے
اور ہم سے بنا نہیں جاتا

کہہ تو دیں اس سے دل کی سب باتیں
ہے یہ مشکل کہا نہیں جاتا

عارضی ہے حیاتِ دنیا ، یاں
مستقل تو رہا نہیں جاتا

کچھ نہ کر پائے اپنی خاطر ہم
ورنہ کیا کیا کِیا نہیں جاتا

ساتھ لے جائیں روشنی طارق
قبر میں تو دیا نہیں جاتا

دشت میں لیلیٰ سے ملنے ہی اگر جانا تھا
سب جہاں چھوڑ کے مجنوں نے اِدھر جانا تھا

عشق گر آگ میں کودا تو وہ زندہ ہے ابھی
عقل پیمانہ اگر ہوتی تو مر جانا تھا

مجھ کو الزام نہ دو پھر سے چلا آیا ہوں
کیا بھلا میں نے یہاں آنے سے ڈر جانا تھا

میں ترے چاہنے والوں میں نہ ہو جاتا اگر
میرے اندر بھی کسی زہر نے بھر جانا تھا

کاٹ ڈالے تھے مرے پر بھی قفس کے اندر
میں جو اُڑتا بھی کہاں اُڑ کے دگر جانا تھا

میں اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا
ورنہ دامن مرا ہو کر یہاں تر جانا تھا

بند کرتے رہے سب روزنِ زنداں میرے
کھول کر میرے لئے کیا کوئی در جانا تھا

ہے گماں لوگوں کا باز آئے ہیں دینے سے پیام
ہم نے جو کرنا تھا وہ ہم نے تو کر جانا تھا

طارق امّید ، بھروسہ ، ہے توکّل ، باقی
روند کر پاؤں تلے ، ہم نے تو ، شر، جانا تھا

دوستی ناپی نہیں جاتی ہے پیمانے میں
دو ستی ہوتے ہیں اک دوجے پہ یارانے میں

دوستی یوں تو مقدّر سے ملے جس کو ملے
زیست کھو دیتے ہیں کچھ لوگ اسے پانے میں

بسترِ مرگ پہ ہوں قبر کی تیّاری ہے
اور تم کہتے ہو کچھ دیر ہوئی آنے میں

تم تو مصروف تھے مانا کہ نہیں آ پائے
بھیج دیتے کوئی پیغام ہی انجانے میں

کب ملے تھے تمہیں اب یاد نہ ہو گا شاید
تم مجھے دیکھ کے لوٹ آئے تھے مے خانے میں

اب تمہیں دیکھ کے احساس ہوا ہے مجھ کو
میں نے اپنا کوئی دیکھا کسی بیگانے میں

دوستی اس کو نہیں کہتے کہ مل بیٹھیں ہم
دوستی چھپ کے رہے دل کے نہاں خانے میں

ہم نے اک عمر گزاری ہے تری یادوں میں
تُجھ کو اس بار مگر دیر لگی آنے میں

کوئی شکوہ یا شکایت تو نہیں ہے تُجھ سے
اب کہاں جائیں گے لکھوانے رپٹ تھانے میں

ہاں مگر جانے سے پہلے مجھے کندھا دے دو
تم کو تسکین ملے گی یہ سزا پانے میں

مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے تو کیا مسلماں ہیں ؟
کبھی سوچا بھی ہے کس بات پر ہم اتنے نازاں ہیں

جنم لے کر اسی مٹی سے کیوں تقسیم ہے اتنی
ہم اپنے دیس کے لوگوں سے کیوں لڑنے کے خواہاں ہیں

ضروری تو نہیں ، مجبور ہوں ، گر مال مل جائے
تو پہلے سب سے ہم ہی بیچ کر کھا جاتے ایماں ہیں

عمل میں تو کوئی نسبت محمدؐ سے نہیں رکھتے
مگر کہتے ہیں جانیں بھی ہماری اس پہ قرباں ہیں

شریعت پر عمل کو دیکھ کر ہم ناک چڑھائیں
کہ فیشن نام دے کر جو کریں آدابِ نسواں ہیں

شکایت ہے ہمیں ہر دوسرے انسان سے لیکن
گریباں میں خود اپنے جھانکنے سے ، ہم گریزاں ہیں

حسد ، لالچ ، تکبّر ، جھوٹ ہے تو پھر بُرا کیا ہے ؟
یہ حالت دیکھ کر گرچہ ، ہوئے شیطاں بھی خنداں ہیں

فساد اپنی غرض سے ، نام پر مذہب کے پھیلائیں
فرشتے بھی یہ حرکت دیکھ کر انساں کی حیراں ہیں

خدایا اس جہاں میں امن کی آواز اب اُٹھے
ہوئے انساں کے ہاتھوں خون انسانوں کے ارزاں ہیں

کوئی اترے مسیحا آسماں سے جو بدل دے سب
کسی مہدی کے اب تو منتظر سارے مسلماں ہیں

کہیں آواز گر آئی ہے سن کر تو اسے دیکھو
ہوئے طارق خدا کے رحم کے ہی کوئی ساماں ہیں

عید مبارک

عید خوشیاں لے کے آئی ہے ، منائیں مل کے ہم
دید سب کی ساتھ لائی ہے ، منائیں مل کے ہم

بعد مدّت کے گھڑی ایسی سعید آئی ہے یہ
ایک دوجے تک رسائی ہے ، منائیں مل کے ہم

عید کی خوشیاں ہیں دو بالا ہوئیں پھر سے ملے
دُور اِس نے کی جُدائی ہے ، منائیں مل کے ہم

ماہِ رمضاں میں دعاؤں کو قبولیّت ملی
یہ خوشی ہم نے جو پائی ہے ، منائیں مل کے ہم

ہاتھ بڑھایا جو ہم نے دوستی کا ہر طرف
دشمنی دل سے مٹائی ہے ، منائیں مل کے ہم

لغو سے پرہیز کر کے کچھ نہ کچھ اس ماہ میں
دل میں تبدیلی جو آئی ہے ، منائیں مل کے ہم

گر تہجّد کا ہمیں اس ماہ میں آیا مزہ
اب جو یہ عادت بنائی ہے ، منائیں مل کے ہم

کام جو بھی ہم کریں ، اس کی رضا درپیش ہو
یہ خدا نے رہ دکھائی ہے ، منائیں مل کے ہم

ہے یہی جنّت کہ طارق وہ خدا راضی رہے
اس نے خوش خبری سنائی ہے ، منائیں مل کے ہم

شہدائے احمدیت کے نام ---عید کا پیغام

ہم نے یوں عید منائی ہے کہ تم یاد آئے
رسم یہ ایسے نبھائی ہے کہ تم یاد آئے

تم سے بچھڑے ہوئے گزرے ہیں مہ وسال کئی
دل میں تصویر سجائی ہے کہ تم یاد آئے

تم گئے عہدِ وفا ایسے نبھا کر اپنا
خوں سے تحریر لکھائی ہے کہ تم یاد آئے

ہم نے سمجھایا بہت دل کو نہ ہو ذکر کہیں
پھر بھی یوں آنکھ بھر آئی ہے کہ تم یاد آئے

تم سے کچھ رشتہ ہی ایسا ہے بُھلائیں کیونکر
تم نے یوں جان لُٹائی ہے کہ تم یاد آئے

اک زمانہ تھا کہ ہم ساتھ ہوا کرتے تھے
پھر پڑی ایسی جُدائی ہے کہ تم یاد آئے

آنکھ سے دور ہوئے تم تو مری یادوں نے
پھر غزل ایسی سنائی ہے کہ تم یاد آئے

ہے یقیں تم جہاں رہتے ہو وہیں پر خوش ہو
خوش رہو تم کو رسائی ہے کہ تم یاد آئے

طارق آ جاتی ہے یاد ان کی تو خوش ہوتے ہیں
دی کہاں ، کس نے ، دہائی ہے کہ تم یاد آئے

وہ ایک شخص۔۔۔

وہ ایک شخص ہزاروں کمال رکھتا ہے
جو ماہِ کنعاں سا حسن و جمال رکھتا ہے

ہے اس کو چاہتا دنیا میں ایک جمِّ غفیر
ہر ایک اس سے امیدِ وصال رکھتا ہے

وہ آ کے بیٹھتا ہے سامنے کہ پوچھ سکے
کوئی جو ذہن میں اپنے سوال رکھتا ہے

ہے غم زدوں کو وہ تقسیم کر رہا خوشیاں
وہ دوسروں کے بھی غم خود سنبھال رکھتا ہے

خوشی میں اپنے غلاموں کی وہ رہے شامل
تبسّم اس کا دلوں کو نہال رکھتا ہے

وہ بادشہ ہے خلافت کے تخت پر بیٹھا
خدا سے عشق تو وہ بے مثال رکھتا ہے

وہ یاد رکھتا ہے سب کو دعاؤں میں اپنی
ہے اور کون جو ایسا خیال رکھتا ہے

وہ حسن جس نے بھی دیکھا قریب سے طارقؔ
وہ عشق اس کا ، کہیں دل میں پال رکھتا ہے

کہنے کی سچ ، یہاں پہ اجازت نہیں مجھے
کہتا ہوں پھر بھی ، جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

شکوہ نہیں کہ اس کی توجّہ نہ پا سکا
اس سے تو ذرّہ بھر بھی شکایت نہیں مجھے

مدّت ہوئی گناہوں سے توبہ کئے ہوئے
شاید اسی لئے کوئی حسرت نہیں مجھے

سجدہ حضورِ قلب سے کرنا نصیب ہو
کچھ اور تو جزا کی ضرورت نہیں مجھے

ہے کون میرا تیرے سوا ، بخش دے گنہ!
اتنا بھی اُس سے کہنے کی جُرأت نہیں مجھے

کہنا جو چاہوں کہہ نہ سکوں کام ہے کٹھن
کچھ اپنے حق میں کہنے کی طاقت نہیں مجھے

اس کے لئے فدا ہو مرا مال و جاں اگر
کوئی بھی اور کرنا تجارت نہیں مجھے

بدلے میں نیکیوں کے رضا اس کی ہو نصیب
اس سے عزیز تر کوئی جنّت نہیں مجھے

اس کے حضور جھک گئے تو کیا نہ پا لیا
طارق بتاؤ کب ملی ، عزّت نہیں مجھے

آنکھوں میں روز و شب اسی کا گھر بسا رہے
پھر کیسے دور ہم سے ہمارا خدا رہے

ہم نے سفر میں کب کوئی خود سے قدم لیا
ہم تو اسی کا ڈھونڈتے بس ، نقشِ پا رہے

پھولوں کے ساتھ دوستی کچھ اس لئے بھی کی
گلشن کے ساتھ رشتۂ بوئے وفا رہے

لازم ہے پیاس دل کی بجھانا بھی دید سے
سینچا نہیں جو کھیت وہ کب تک ہرا رہے!

اس دل میں ایک اس کا بسیرا ہے مستقل
ممکن نہیں کوئی یہاں اُس کے سوا رہے

چاہے گا کون نیند نہ آئے ، وہ جب مرے
اس طرح آئے خواب میں ، چہرہ کھلا رہے

کچھ دیر یوں بھی اس نے ملانے دیا نہ ہاتھ
کچھ دیر اور ہاتھ پہ رنگِ حنا رہے

طارق کبھی نہ ہو سکی جی بھر کے گفتگو
حائل ہمیشہ بیچ میں شرم و حیا رہے

عدالت سے رہا ہو کر یہاں خود کو بَری سمجھے
حساب اک اور باقی ہے مگر کب آدمی سمجھے

صلاحیّت جنم دیتی ہے جذبہ آگے بڑھنے کا
ترقی گر نہ ہو پھر علم و دانش کی کمی سمجھے

یونہی ہم نے گزاری ، عمر ساری ، اب شعور آیا
وصالِ یار کو تخلیق کا مقصد ابھی سمجھے

نہ ہمدردی اگر دل میں ہوئی مخلوق کی پیدا
فراخی رزق میں ہو تب بھی اس کو مفلسی سمجھے

رموزِ بے خودی سے آشنائی ہی نہیں اس کو
جو اپنی ضد پہ اَڑ جانے کی عادت کو خودی سمجھے

جو دیکھے حضرتِ انساں کو حیرت میں وہ پڑ جائے
جسے شیطان ، بہکانے میں اپنی برتری سمجھے

مری باتیں سمجھ پائیں اگر وہ غور سے سن لیں
مگر باتوں کو میری وہ ہمیشہ سرسری سمجھے

ہمیں گو فلسفی ہونے کا دعویٰ تو نہیں طارق
سمجھنا چاہتا ہے جو وہی سمجھے ، یہی سمجھے

تقدّس اس کے چہرے پر لکھا ہے

خلافت پر جو فائز بادشہ ہے
مرا محبوب وہ سب سے جُدا ہے

خدا کا فضل اس پر جو ہوا ہے
خدا کی خاص اس کو یہ عطا ہے

وہ عجز و انکساری کا ہے پیکر
ملا اِس سے ، اُسے یہ مرتبہ ہے

مسیحِ پاک کا ہے وہ خلیفہ
خدا کا یہ کرم ہم پر ہوا ہے

تبسّم ہر گھڑی اس کے لبوں پر
تقدّس اس کے چہرے پر لکھا ہے

محبّت میں خدا کی سب سے آگے
پیمبر کی اطاعت میں لگا ہے

ملا ہے اس کو بے شک حُسنِ یوسف
فراست بھی ملی سب سے سوا ہے

خدا کی ذات پر اس کا توکّل
تعلّق اُس سے ، اُس کا آسرا ہے

وہ دشمن کے مقابل مردِ آہن
مگر ہتھیار اس کا بس دُعا ہے

ہیں دشمن گرچہ اس کے چار جانب
تنِ تنہا مقابل پر کھڑا ہے

غلام اس کے اشارے پر فدا ہوں
نہیں کوئی کبھی پیچھے رہا ہے

خموشی میں سمندر ، تہہ کے نیچے
سُنیں سب غور سے ، جب بولتا ہے

شجاعت میں نہیں پیچھے کسی سے
طبیعت میں مگر صبر و رضا ہے

کرے روح الامیں ، تائید و نصرت
درازی عمر میں ہو یہ دُعا ہے

ہوئے مسرور طارق اُس کو پا کر
ہمیں وہ جان سے پیارا ہوا ہے

کہتے رہے ہیں لوگ تو ، اچھا نہیں کیا
ہم نے کبھی ضمیر کا ، سودا نہیں کیا

کھائے ہیں جان بوجھ کے بھی ہم نے کچھ فریب
پھر بھی انہیں گلہ ہے بھروسا نہیں کیا

معصومیت پہ ان کی بھی قربان جایئے
کہتے ہیں قتل جب کیا ، چرچا نہیں کیا

ہم نے بھی یوں تو زندگی میں دُکھ اُٹھائے ہیں
پر ہائے ہائے کر کے تماشا نہیں کیا

ہم نے کسی کی جب بھی اطاعت قبول کی
پھر انحراف اس سے گوارا نہیں کیا

آسانیاں ہمیشہ میسّر نہیں رہیں
حالات کا مگر کبھی شکوہ نہیں کیا

بنیاد پر برابری کی ، ہم نے بات کی
جھک کر کسی کو قبلہ و کعبہ نہیں کیا

طارق ہیں عیب ہم میں کئی جانتے ہیں ہم
لیکن کسی کے ساتھ بھی ، دھوکہ نہیں کیا

نہیں کہتا کہ مے باقی نہیں ہے
تعجّب ہے مگر ، ساقی نہیں ہے

نہ گھر ہوں میزباں ، آئیں جو مہماں
عمل یہ غیر اخلاقی نہیں ہے ؟

جو آئے بعد میں ، محروم کیوں ہوں
خدا کی ایسی رزّاقی نہیں ہے

کِیا سیراب اک زم زم سے صحرا
تو کیا یہ کارِ تریاقی نہیں ہے ؟

ہدایت آسماں سے اب جو اتری
وہ کیا تعلیم آفاقی نہیں ہے

ذرا سا غور کر کے کوئی دیکھے
یہ نسخہ *سادہ اوراقی نہیں ہے

دُعا پہنچے گی کیسے آسماں تک
سواری جبکہ برّاقی نہیں ہے

لُٹیں ساحل پہ آ کر بھی مسافر
سمندر میں ہی قزّاقی نہیں ہے

محبّت میں فدا کرتے ہیں جاں بھی
جنوں ہی رسمِ عُشّاقی نہیں ہے

سُنیں گے کیا فسانہ ہائے ماضی
یہاں اب **سوزِ مشتاقی نہیں ہے

نہیں سمجھا ، جو طارقؔ ، کہہ رہا ہے
بیاں کرنے کی مشّاقی نہیں ہے

*سادہ اوراق: blank pages

**سوزِ مشتاقی: passion of love

ہے صبر یہی ، تقدیر پہ راضی ہونے میں تاخیر نہ کر
تدبیر میں گر باقی ہے کمی ، رکھ اس پہ نظر ، تقصیر نہ کر

جو خواب سُہانے دیکھے تُو آئندہ شان و شوکت کے
گھر بیٹھے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ، تُو ان کی غلط تعبیر نہ کر

آئی ہے چمن میں ایسی خزاں یا ربّ جانے کا نام نہ لے
ڈالی ہے بُری جس نے بھی نظر تُو اتنی بری تاثیر نہ کر

آزاد ہوا جب میں پیدا ، اظہار تو حق بنتا ہے مرا
آزاد مری سوچوں کے لئے تیّار نئی زنجیر نہ کر

تعمیر ہوئی ہے ذات مری ، تحریر نے جب ڈالا ہے اثر
اب تُو خالی تقریروں سے اس قلعے کی تسخیر نہ کر

دنیا کے لئے انسانوں کی مت بھینٹ چڑھا انسانوں کو
ایماں نہ لگا اب داؤ پر ، جنّت کی یوں تشہیر نہ کر

طارق ہے یقیں جو بھی ہو گا انجام ترا اچھا ہو گا
تُو روشن مستقبل کی یوں ، گمبھیر اتنی تصویر نہ کر

جب کمی پیار کے اظہار میں آ جاتی ہے
" وقت کے ساتھ کمی پیار میں آجاتی ہے "

سرد پڑ جاتے ہیں جذبات اگر ذکر نہ ہو
دل میں جو بات ہو گُفتار میں آ جاتی ہے

جب بھی آتی ہے صبا تیری گلی سے ہو کر
تیری خوشبو در و دیوار میں آ جاتی ہے

جب بھی ہوتا ہے گزر تیرے محلّے سے مرا
جانتا ہوں کمی رفتار میں آ جاتی ہے

کچھ تو صحبت کا اثر ہوتا یقیناً ہو گا
کوئی تبدیلی تو افکار میں آ جاتی ہے

گرچہ انسان کی فطرت ہے محبّت کرنا
کہیں نفرت بھی تو دو چار میں آ جاتی ہے

ٹوٹ جاتے ہیں جو دل غُل کہیں مچتا ہے سنا!
یہ خبر کب کسی اخبار میں آ جاتی ہے

طارق انسان جو خدمت کرے انسانوں کی
خود بخود عاجزی کردار میں آ جاتی ہے

قطعہ

جو دیکھا چاند کو چھلکا سمندر
ہمارا حوصلہ اس سے سوا ہے

سمندر نے چھپا رکھے ہیں موتی
جنہیں ہم نے سرِ مژگاں رکھا ہے

قطعہ

تو سمندر ہے تو پھر اس میں بڑائی کیا ہے
وسعتِ قلب کے بھی کوئی دکھا نظّارے

تُو نے موتی بھی کہیں تہہ میں چھپا رکھے ہیں
ہم نے رکھے ہیں سجا کر سرِ مژگاں تارے

سوچ کا تانا بانا تنہا بُننا پڑتا ہے
اپنے آپ سے بھی تو آخر ملنا پڑتا ہے

نا انصافی دیکھ کے آنکھیں کب تک بند کریں
حق کی خاطر اک نہ اک دن اُٹھنا پڑتا ہے

ہو مسموم فضا جب اتنی ، سانس ہو لینا مشکل
صاف ہوا کی خاطر اونچا اڑنا پڑتا ہے

ناؤ ندی کے بیچ میں جا کر کیسے رستہ بدلے
بیچ بھنور کے موجوں سے بھی لڑنا پڑتا ہے

شرط لگی ہو کاٹ کے پتھر نہر بہانے کی
تیشہ ہاتھ میں پھر فرہاد کو لینا پڑتا ہے

قیس ہوا مجبور جو پیار کے ہاتھوں اس کو بھی
صحرا میں لیلیٰ کو ڈھونڈنے جانا پڑتا ہے

دل کے ہاتھوں بے بس ہو گا جب کوئی انسان
پھر اس کی باتوں کو بھی تو سننا پڑتا ہے

نام سبھی جب اپنے اپنے محبوبوں کا لیں
طارق نام ہمیں بھی اس کا جپنا پڑتا ہے

❀ ❀ ❀

منتظر تم ہو کہ کب اس کا پتہ پاؤ گے
ہو کے کب سامنے بات اپنی سنا پاؤ گے

کب یقیں ہو گا حقیقت میں خدا قادر ہے
نفسِ امّارہ سے کب جان بچا پاؤ گے

تزکیہ نفس کا ہوتا ہے ، محبّت کے طفیل
ہو گی جب اس میں ترقّی تو خدا پاؤ گے

وہ جو روٹھا ہے تو اظہارِ محبّت کر کے
توبہ کر لو گے خطا پر تو منا پاؤ گے

اور پھر اس سے تعلّق جو مسلسل ہو گا
اپنی پہچان تبھی اس سے بنا پاؤ گے

آ گئے آج , خبر پھر نہ مہینوں لی تو
یاد رکھنا نہ مقام اپنا جُدا پاؤ گے

ہو زباں پر جو دعا ، دل پہ ہو رقّت طاری
عرش پر پہنچی ہوئی ایسی دعا پاؤ گے

دوستی وہ جو کرے اس کو نبھاتا بھی ہے
کر کے دیکھو تو سہی ، اس سے وفا پاؤ گے

مطمئن ہو گا تبھی نفس کہ جب تم طارق
ہو کے راضی بہ رضا رب کی رضا پاؤ گے

تیرگی میں دل کی لے کر روشنی ، آیا ہے کون
دشمنوں کی کر کے باتیں ان سنی ، آیا ہے کون

دوستی آپس کی چھُوٹی ، چھوٹی چھوٹی بات پر
اب مٹانے کو ہماری دشمنی ، آیا ہے کون

رات تاریکی میں آنگن کس قدر سُونا لگا
پھر کسی نے ہے بچھائی چاندنی ، آیا ہے کون

رت جگوں نے خواب چھینے کتنی آنکھوں سے مگر
آسماں سے اب سنانے ، راگنی ، آیا ہے کون

گو کبھی گنتی نہیں کی نعمتیں اتنی ملیں
دستِ شفقت کو بنائے اوڑھنی ، آیا ہے کون

جھوٹ سچ کی اس زمانے میں کہاں پہچان ہے
ہاں سنی گلیوں میں لیکن گفتنی ، آیا ہے کون

منہ کی باتیں تھیں فقط ، ان پر عمل کوئی نہ تھا
گفتنی جو ہو گئی ہے کردنی ، آیا ہے کون

کر نہیں سکتے خدا کا شکر ہم طارق ادا
اب ہمیں دینے دعائیں اَن گِنی ، آیا ہے کون

اشک ہوتے ہیں رواں آنکھوں کے بھر جانے کے بعد
دل بھر آئے جب نہ وہ مانے ، مُکر جانے کے بعد

کچھ نہ کچھ بدلہ، سزا ہو یا جزا مل جائے یاں
آخری ، گو فیصلہ ، ہونا ہے مر جانے کے بعد

گھر کے سارے کام دفتر میں رہے سر پر سوار
کام دفتر کے سبھی یاد آئے گھر جانے کے بعد

سوچ کر نکلے تھے گھر سے ہم سفر مل جائیں گے
گر نہ پہنچے ، قافلے کے کوچ کر جانے کے بعد

وصل کی لے کر تمنّا چل پڑے ہیں اس طرف
پر کہیں لوٹا دیے جائیں نہ ہرجانے کے بعد

بارہا ہم نے تمنّا کی ہے جو پوری ہوئی
کون لوٹا ہے یہاں لیکن گزر جانے کے بعد

گر نہیں طارق کرامت کوئی ، دیکھو غور سے
معجزوں کا فائدہ کیا ہے ، اُدھر جانے کے بعد

یہ ہر کسی کو تو دل دے دیا نہیں جاتا
یقیں ہو زہر پہ تو پھر پیا نہیں جاتا

عمل پہ اپنے نظر ہو نہ ہو حساب کا ڈر
یقیں ہو موت پہ پھر یوں جیا نہیں جاتا

حصار میں نہ دعاؤں کے گر لیا جائے
تو سر پہ پیار ، کسی کے دیا نہیں جاتا

چمن ہے کوئی نہ خوشبو ، نہ گل کی رنگینی
گھٹن میں سانس بھی اب تو لیا نہیں جاتا

اطاعتوں نے نوازا ہمیں مگر اب بھی
ہر ایک حکم پہ سر خم کیا نہیں جاتا

قصور کیجئے ثابت اگر ہیں مجرم ہم
کہ ملزموں کو یونہی دھر لیا نہیں جاتا

حجاب لاکھوں بھی ہوں گرچہ درمیاں حائل
جب اس سے کہنا ہو ، پردہ کیا نہیں جاتا

ہو چاک دامنی اس کو عزیز گر طارق
تو اس کے روبرو دامن سیا نہیں جاتا

”مجالسِ شوریٰ سے خطاب“

چاند کو پھر سے روبرو دیکھا
نور پھیلا وہ ہو بہو دیکھا

اس کے پیچھے جو کی نماز ادا
دل کو پھر ہوتے باوضو دیکھا

وہ تبسّم بھرا حسیں چہرہ
کوئی ویسا نہ خوبرو دیکھا

ایک دنیا ہوئی ہمہ تن گوش
اس کو جب محوِ گفتگو دیکھا

تھی محبّت عیاں جو چہروں پر
سب کو طاعت میں سرخرو دیکھا

وہ نمایاں ہے اک مہکتا گلاب
اس سے گلشن میں رنگ و بُو دیکھا

اس کا چرچا ہے ساری دنیا میں
ذکر اس کا تو کُو بہ کُو دیکھا

ایک اس کی رضا کو پانے میں
ہر کوئی محوِ جستجو دیکھا

خوش نصیبوں میں ہم بھی شامل ہیں
یوں لگے آسماں کو چھُو دیکھا

طارق اب تک خُمار باقی ہے
جام ہم نے وہ بے سبو دیکھا

❁ ❁ ❁

آ کے یادوں میں ، حسیں ان کو بنا جاتے ہو
آؤ جب سامنے ، کچھ اور غضب ڈھاتے ہو

یاد جب تک نہ کرو چاہنے والے اپنے
تم کہاں سوتے ہو آرام کہاں پاتے ہو

سیکھ لیں امن سے رہنا یہ زمانے والے
ان کو خط لکھتے ہو ، جا جا کے بھی سمجھاتے ہو

وہ جو انسان نے توڑا ہے خدا سے ناطہ
اس تعلّق کی طرف آنے کا بتلاتے ہو

اعلٰی اخلاق بھلا بیٹھے ہیں دنیا والے
تم انہیں ، ان پہ عمل کر کے بھی دکھلاتے ہو

لاکھ کوشش کریں دشمن کہ ٹھہر جاؤ تم
ابتلاؤں میں قدم آگے ہی بڑھاتے ہو

ہو وہی دھاگہ پروئے گئے موتی جس میں
لڑکھڑائے جو ، عصا اس کا بھی بن جاتے ہو

طارق اُس حُسنِ مجسّم کے لئے صاف کہو
اس کے عاشق ہو ، اسی بات پہ اِتراتے ہو

❁ ❁ ❁

تم بھی شاید ضمیر رکھتے ہو
کیوں اسے پھر ، اسیر رکھتے ہو

کہہ کے یہ ، دل میں ہے چھپا کچھ اور
دل ہمارا تو چیر رکھتے ہو

جھوٹا وعدہ بہشت کا کر کے
خود کُشی پر حصیر رکھتے ہو

خود کو کہتے ہو تم کہ ہو عاشق
یعنی رانجھا ہو ، ہیر رکھتے ہو

قتل کرتے ہو بے گناہوں کا
کیا نشانے پہ تیر رکھتے ہو

ظلم کر کے کہو بھی یہ ہم سے
خُو بہت دل پذیر رکھتے ہو

مانتے ہو یہ کہہ کے احساں بھی
خُلق تم بے نظیر رکھتے ہو

لوگ سن کر مجھے یہ کہتے ہیں
سوچ تم بھی ، اخیر رکھتے ہو

کچھ سُخن پر اثر ہے غالب کا
اور کچھ طرزِ میر رکھتے ہو

ہاتھ میں ہے خیال کا کشکول
فکر اپنی فقیر رکھتے ہو

ہے تمہاری خوشی کا راز یہی
خود کو سب سے حقیر رکھتے ہو

تم بھی لکھتے ہو ، بھولنا مت یہ
تم بھی منکر نکیر رکھتے ہو

طارق اوروں کو بھی تو پہنچاؤ
نعمتیں جو کثیر رکھتے ہو

خلافت کی عظمت عیاں ہو رہی ہے
بیاں شان اس کی جہاں ہو رہی ہے

کہیں پر فدا اس پہ جاں ہو رہی ہے
کسی کے لئے امتحاں ہو رہی ہے

جہاں میں یہ توحید کی ہے منادی
خلافت خدا کی زباں ہو رہی ہے

خدا نے کیا مومنوں سے جو وعدہ
خلافت وہ تسکینِ جاں ہو رہی ہے

حصارِ خلافت ہے محفوظ ، اس کی
حفاظت بدستِ نہاں ہو رہی ہے

خلافت نے سب کو کیا بھائی بھائی
کرامت یہ اس کی بیاں ہو رہی ہے

خدا نے مسیحا سے وعدہ کیا جو
خلافت جماعت کی شاں ہو رہی ہے

مقابل پہ آئے دلائل سے کوئی
کسی کو یہ جرأت کہاں ہو رہی ہے

دھڑکتے ہیں دل سامنے اس کو پا کے
رکی سانس بھی تو رواں ہو رہی ہے

خلافت سے امّید ہے زندگی کی
کہ جینے کی خواہش جواں ہو رہی ہے

کسی نے وطن میں اذاں بند کی تھی
تو اب ملکوں ملکوں اذاں ہو رہی ہے

خلافت نے بدلا ہے موسم زماں کا
بہار آئی ، دُور اب خزاں ہو رہی ہے

فضا میں تقدّس کی خوشبو ہے مہکی
خلافت جہاں گلفشاں ہو رہی ہے

یہ اللہ کی رسّی ہے مضبوط پکڑو
زباں زد یہ اب داستاں ہو رہی ہے

خلافت سے طارق تعلّق بڑھاؤ
یہ عزّت اسی سے میاں ہو رہی ہے

کیا دن تھے جب ہمارا ہوا اس سے رابطہ
پھر اس سے ہو گیا ہے محبّت کا واسطہ

لطف و کرم وہ اس کا ، تعلّق ، وہ التفات
ہم ڈھونڈتے تھے جس کو ، ملا ہم کو راستہ

ہم ہی تھے جن پہ اتنی ہوئیں مہربانیاں
ٹھہرے تھے ہم ہی لوگ تو انعام یافتہ

ہم ہی سے وعدہ اس نے نبھایا وصال کا
کیوں دور اس سے ہوں گے اب ، خدا نخواستہ

انکار کر کے بیٹھے ہیں رب کی صفات سے
کہتے ہیں جو کلام کا ہے بند راستہ

ہے ان کی سادگی یا جہالت پہ ہے قدم
کہتے ہیں خود کو گرچہ وہ تعلیم یافتہ

کہتے ہیں نام ہم کو بدلنا پڑے گا اب
عائد نیا کریں گے کوئی ہم پہ ضابطہ

جب یہ پتہ چلا کہ ہو گا اس کا سامنا
دیکھیں گے کیسے ہوں گے حواس ان کے باختہ

طارق انہیں یہ پوچھیں گے ہم نے تھا کیا کہا
اب تو نہیں رہا تمہیں کوئی مغالطہ

زہے نصیب ، پتہ دستیاب اُس کا تھا
وہ ماہتاب تھا اور آفتاب اس کا تھا

ہوئے ہیں چُور نشے میں جو میکدے آئے
نگاہیں اس کی تھیں ، قدَحِ شراب اس کا تھا

دلوں میں اس کی محبّت بھی پھر ہوئی پیدا
خدا نے خود کِیا جب انتخاب اس کا تھا

بتانے سب ہی مذاہب کی خوبیاں آئے
مگر خطاب ہوا کامیاب اس کا تھا

بدلتی رہتی ہیں یوں تو حکومتیں کتنی
بدل گیا ہے جو دل ، انقلاب اس کا تھا

اگرچہ اس سے سوال اک کے بعد ایک ہوا
جواب جو بھی ملا لا جواب اس کا تھا

اٹھائیں لذّتیں ہم نے بھی اس کی محفل کی
کہ ہم پہ لطف و کرَم بے حساب اس کے تھا

دم اور لوگ بھی طارق بھریں محبّت کا
ہر ایک سجدہ ہوا مستجاب اس کا تھا

آواز تو دو ، لوگ یہ پتھر تو نہیں ہیں
یہ بند کسی خول کے اندر تو نہیں ہیں

آخر کو سبھی لوگ جو پا جاتے ہیں منزل
وہ سارے مقدّر کے سکندر تو نہیں ہیں

کس کس کو عصا دے کے چلاؤ گے یہاں پر
بیٹھے ہوئے سب لوگ قلندر تو نہیں ہیں

تھوڑی سی رعایت کی بھی امّید ہے ان کو
ان سب کو سبق سارے ہی ازبر تو نہیں ہیں

پھر لینے دو کعبے کے دوارے ہی ، اگرچہ
پہنے ہوئے احرام کی چادر تو نہیں ہیں

پانی وہی سیراب کریں پیاسی زمیں کو
بہتے ہوئے دریا ہیں سمندر تو نہیں ہیں

عاشق سبھی خود اپنا گریبان سنبھالیں
یاں چاک گریباں کے رفوگر تو نہیں ہیں

طارق انہیں بتلاؤ جو محروم ہیں اب تک
سب پر ترے جوہر بھی اجاگر تو نہیں ہیں

❀ ❀ ❀

❁

وقت بھڑکے ہوئے جذبات نہ ٹھنڈا کر دے
ڈر ہے دنیا نہ کہیں ، عشق کو رسوا کر دے

اب زمانے سے میں گھبرایا ہوا رہتا ہوں
واپسی ہو مری جنّت میں ، اشارہ کر دے

تیرے قلزم کی ہے طغیانی نے اب حد کر دی
میری کشتی کے قریب اب تو کنارا کردے

آگ تیّار ہے پھر سچ کی کسوٹی بن کر
پھر زمانے میں براہیم کو پیدا کردے

منتظر سب ہیں کوئی معجزہ ہو گا پھر سے
پھر کسی ہاتھ کو موسٰی ، یدِ بیضا کردے

کوئی تو ہو گا مسیحا کہ ہیں بیمار بہت
اے خدا سانس کوئی پھر دمِ عیسٰی کر دے

روشنی کی ہے زمانے کو ضرورت پھر سے
" دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کردے "

تُو خرد ان کو عطا کر ، اسے پہچان بھی لیں
یہ نہ ہو جھوٹا تکبّر انہیں اندھا کر دے

کیا نہیں وقت وہ طارق کہ دعاؤں کو مری
سن کے وہ میری تمنّاؤں کو پورا کردے

یادِ ماضی ، مجھے تنہا نہیں رہنے دیتی
ورنہ یہ زندگی ، زندہ نہیں رہنے دیتی

سانس چلنے کو بھی جینا ہی کہا جاتا ہے
دل کی دھڑکن بھی تو مُردہ نہیں رہنے دیتی

کب تلک پہرے بٹھائیں گے یہاں سوچوں پر
عقل ، سچّائی پہ پردہ نہیں رہنے دیتی

عُسر اور یسر ، بدل دیتی ہے قسمت ، دونوں
ایک حالت تو ہمیشہ نہیں رہنے دیتی

یوں بھی تقدیر چلی جاتی ہے لے کیا کچھ
سر پہ ماں باپ کا سایہ نہیں رہنے دیتی

اس کو الزام نہ دو ، یہ کہ محبّت ہے بُری
آدمی کو کبھی اچھا نہیں رہنے دیتی

مانو تحقیق سے , ہر بات نہ تسلیم کرو
بدگمانی تو کہیں کا نہیں رہنے دیتی

تم نہ اپنانا کبھی حرص کی عادت طارق
یہ تو اپنوں کو بھی اپنا نہیں رہنے دیتی

دودھ سی چاندنی ، گلابوں میں
حسن چھلکا کرے ، حجابوں میں

وہ حقیقت میں کاش ڈھل جائے
جب بھی آئے وہ میرے خوابوں میں

اس کو سوچیں تو شعر ہو جائیں
شعر چَھپ جائیں پھر کتابوں میں

نشّہ پایا جو اس کی آنکھوں میں
وہ تو ملتا نہیں شرابوں میں

عشق نے ہم پہ مہربانی کی
ہم نہ شامل رہے خرابوں میں

اُس کا پیغام آ نہ جائے کہیں
پاؤں رہتے ہیں اب رکابوں میں

یہ نہ ہو وصل کی ہو ایک گھڑی
پھر رہیں ہجر کے عذابوں میں

ہم جنھیں دوست اپنا سمجھے تھے
دشمنی کر گئے نقابوں میں

کیا فرشتوں کا اعتبار کریں؟
ہو گئی چُوک گر حسابوں میں؟

ہم سے پوچھے گئے سوال اگر
لطف آئے گا پھر جوابوں میں

بات کرنے میں اس سے خود طارق
ہوں گے اک روز کامیابوں میں

❀ ❀ ❀

تمھیں کیوں نہ اب تک خبر ہو گئی
گئی رات ، کب کی سحر ہو گئی

افق پر جو ابھرا سراجِ منیر
تو خیرہ سبھی کی نظر ہو گئی

دُھواں ، روشنی روک لیتا بھی کیا
وہ مشعل تھی روشن اگر ہو گئی

ہوئی صبح ، اب تو اُجالا ہوا
جو تھی تیرگی ، رات بھر ہو گئی

اٹھاؤ قدم تیز ، غفلت نہ ہو
یونہی عمر ساری بسر ہو گئی

ہدایت کی خاطر کوئی آئے گا
تھی یہ پیشگوئی اگر ہو گئی

وہ رحمت تھا جس نے یہ کی تھی دعا
وہ سوچو تو ، کیا بے اثر ہو گئی ؟

وہی نور پھیلا ہے دنیا میں اب
چمک جس کی شمس و قمر ہو گئی

مہک ہے چمن میں کِھلے ہیں گلاب
ہے گلشن ہر اک رہ گزر ہو گئی

اسی کی علامت ہیں یہ انقلاب
زمیں ہے جو زیر و زبر ہو گئی

بنے روک سچ پھیل جانے میں یہ
ہے دنیا کی یہ تو ڈگر ہو گئی

تمہیں سیدھا رستہ نظر آئے گا
یہ چوٹی انا کی جو سر ہو گئی

جو چھوٹی سی بستی سے اٹّھی صدا
بلند اب تو وہ ہر نگر ہو گئی

زمانے کو طارق ، ملی ہے خبر
زباں زد ہوئی ، معتبر ہو گئی

گر سمجھنے کو مجھے واں دیدہ ور کوئی نہ تھا
مت کہو میرا حوالہ معتبر کوئی نہ تھا

تیرگی چھائی رہی تھی ایک عرصے تک یہاں
اُس سے پہلے باعثِ نورِ سحر کوئی نہ تھا

کیا دکھاتا میں کسی کو اپنے گھر کا راستہ
جب دیا ، تاریک شب میں ، میرے گھر کوئی نہ تھا

پھر خدا نے اس کی دی سارے زمانے کو خبر
ورنہ اس کو جاننے والا بشر کوئی نہ تھا

قافلے میں جب تلک شامل نہ تھے ، تنہائی تھی
یہ نہیں تھا ساتھ اپنے ، ہم سفر کوئی نہ تھا

مل کے میرِ کارواں سے پھر ہوا احساس یہ
چل رہے تھے یوں تو ، سیدھی راہ پر کوئی نہ تھا

دوست ہم جن کو سمجھتے تھے وہی دشمن ہوئے
گو نہیں تھے غیر وہ ، اپنا مگر کوئی نہ تھا

آزمائش ہر قدم پر گو ہوئی طارق مگر
جو رہا ثابت قدم وہ بے ثمر کوئی نہ تھا

یہ پوچھتے ہو الگ تم سے کیوں میں ہو بیٹھا
محبّتوں کے سمندر میں دل ڈبو بیٹھا

نہیں ہے سیج یہ پھولوں کی ، زندگی میری
ہیں اتنے امتحاں ، کیوں اس پہ دوستو بیٹھا

خُمار ، سوچو ، چڑھا کس قدر محبّت کا
میں عقل ہوتے ہوئے کیوں حواس کھو بیٹھا

وہ ایک شخص پرایا تھا ، جس کی خاطر میں
تھے اقربا جو ، عزیزوں سے ، ہاتھ دھو بیٹھا

وہ بولتا تو فرشتے بھی سننے آتے تھے
کہ جس نے اس کو سنا رہ گیا ، سُنو ، بیٹھا

ستم گرو بھلا دیکھو وہ کب ہے باز آیا
کسی کو دیکھ کے عاشق جو اس پہ ہو بیٹھا

مزید بوجھ نہ ڈالو ہیں ناتواں کندھے
تمام عمر ، میں غم ان پہ کتنے ڈھو بیٹھا

میں توبہ کر چکا طارق ، پہ کہہ نہیں سکتا
گناہ سارے ہی اشکوں سے اپنے دھو بیٹھا

دید کی تاب نہ ہو گی تو میں مر جاؤں گا
کوئی پتھر نہیں ، ٹوٹوں تو بکھر جاؤں گا

کچھ جو ہے گردشِ حالات سے چہرے پہ غبار
اک نظر تیری پڑے گی تو نکھر جاؤں گا

دُور کر دیتی ہے دنیا کی محبّت تُجھ سے
قُرب پا جاؤں گا تیرا تو سنور جاؤں گا

اس کو بھولا نہ کہیں شام کو جو گھر آئے
تُو بھی خوش ہو گا اگر لوٹ کے گھر آؤں گا

در پہ آ کر ترے جب تُجھ کو پکارا میں نے
کچھ نہ کچھ دل پہ ترے ، کر کے اثر ، جاؤں گا

کوئی جب ہے ہی نہیں اور مرا ، تیرے سوا
تُجھ کو چھوڑا بھی اگر میں نے کدھر جاؤں گا

تُو نے رستے میں رکھا ، راہ دکھانے کو چراغ
کیا اسے چھوڑ کے اب وقتِ سحر جاؤں گا

میں نے اعمال کی نہروں سے جو سیراب کئے
باغ میں چھوڑ کے ، سر سبز شجر جاؤں گا

طارق اتنا ہے یقیں ذات پہ اس کی ، مجھ کو
کھا کے ایمان کے شیریں میں ثمر جاؤں گا

کوئی بھی مریض اتنا تو معصوم نہیں تھا
آئے گا مسیحا ، جسے معلوم نہیں تھا

یہ امّتِ مرحوم کہلوائے گی اک دن
اس علم سے کوئی بھی تو محروم نہیں تھا

آئے گا وہ امّت میں ، امام ان کا بھی ہو گا
لوگوں پہ کُھلا گرچہ یہ مفہوم نہیں تھا

آخر میں بھی آئے گا وہ پہلوں سے ملانے
کیا ایسا ہی قرآن میں مرقوم نہیں تھا

مُردے بھی جِلائے ہیں یہاں آ کے کسی نے
دی جس کو شفا عصر وہ مجذوم نہیں تھا؟

شیطاں ہو کھڑا بندۂ رحماں کے مقابل
اس بار بھی یہ لازم و ملزوم نہیں تھا ؟

رکھتا ہے اثر آیا جو پیغام خدا سے
گو نثر میں نازل ہوا ، منظوم نہیں تھا

طارق انہیں حسرت ہی رہی اس کو مٹا دیں
شہرت اسے حاصل تھی وہ معدوم نہیں تھا

گو تذکرہ سنا یہاں آ کر *ایاغ کا
سایہ مگر نہیں پڑا شاہیں پہ **زاغ کا

عشقِ مجاز میں تو ہاں ، پیچھے نہیں رہے
نظّارہ تھا دماغ میں ، جنّت کے باغ کا

دیکھا گلی کے موڑ پہ جاتے ہوئے اسے
مشکل سے پھر پتہ چلا اس کے سُراغ کا

وعدہ جو وصل کا ہوا ، تو کچھ نہ پوچھئے
کیا حال ہو گیا تھا ، دلِ باغ باغ کا

باقی تھی سانس جب تلک اس پر رہی نظر
بھڑکا تھا شعلہ آخری دم ، پھر چراغ کا

ہنس کر مجھے کہا جو کِیا اس نے الوداع
ہم تو وہ پھل نہیں تری ، جنّت کے باغ کا

غالب نے جو کہا تھا نہیں تم نے کیا سنا ؟
" کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا "

ہم نے بھی سُن کے موند لیں آنکھیں ، فقط کہا
ہے عاشقی بھی کام تو ہوتا *فراغ کا

دھوتے رہے نداموں کے آنسوؤں کے ساتھ
طارقؔ خیال جب کِیا ، دامن کے داغ کا

* ایاغ: شراب کا پیالہ، جام، ساغر

** زاغ: کوّا

* فراغ: فرصت، فراغت

سلیقے سے کبھی مانگا نہیں ہے
غلط ہے یہ کہ وہ دیتا نہیں ہے

یقیں اس کی محبّت پر ہے مجھ کو
مگر میں نے کبھی پوچھا نہیں ہے

دعا کر کے کبھی دیکھو یقیں سے
کہ کب اس کا جواب آیا نہیں ہے

کہا اس نے کہ اترے گا دلوں میں
تو کب اس نے کیا ایسا نہیں ہے

وہ شامل ہے خوشی میں خود سبھی کی
غمی میں دیتا کیا پُرسہ نہیں ہے !

محبّت ، علم اور عرفاں کی دولت
سبھی کچھ اس نے کیا بانٹا نہیں ہے

جُدائی ، ظلم ، ہجرت اور اُداسی
ملا ہم کو بھلا کیا کیا نہیں ہے

نہ ہو جب دل میں وہ ، ہو بیقراری
دلوں سے دُور وہ رہتا نہیں ہے

خیالِ خاطرِ احباب دیکھو
کہ دل کا آئینہ توڑا نہیں ہے

مجھے خدشہ ہے طارق تو اِسی کا
نہ کہدے یہ کہ وہ میرا نہیں ہے

قطعہ

جس قدر جادو بیانی سے بھری تقریر تھی
خوبصورت اُس سے بڑھ کر ، آپ کی تحریر تھی

آپ نے تصویر اپنی یوں بھی بنوائی کہ وہ
خود صداقت کی علامت آپ کی تصویر تھی

وہ سمجھتے ہیں تباہی جو ہوئی ، تقدیر تھی
اس کے پیچھے تو کسی کی آہ کی تاثیر تھی

ہم اشاروں کی زباں میں گفتگو کرتے رہے
بولتے کیا ہم پہ تو ، پابندیٔ تقریر تھی

زندگی بھر دوسروں پر نقطہ چینی جس نے کی
ہو گیا ظاہر یہ آخر ، اس کی ہی تقصیر تھی

سر جُھکا کر ہم نے اقرارِ گنہ سب کر لیے
روزِ محشر کے لئے ہم نے یہ کی تدبیر تھی

چاہتے بھی گر نہ کر سکتے بہانہ ہم وہاں
ہاتھ میں اپنے ، فرشتوں کی لکھی تحریر تھی

تھی تصوّر میں ہمیشہ اس کی رحمت کی نظر
ہم نے جب سوچا اسے ، وہ پیار کی تصویر تھی

باتوں باتوں میں کئے ہیں دوستوں نے راز فاش
گو رہی مدِّ نظر ان کو مری توقیر تھی

ہم روانہ جب ہوئے تو خواب لگتا تھا یہ سب
راستے میں گرچہ دیکھی ، خواب کی تعبیر تھی

طارق اب آئی ہے جب منزل ہمارے سامنے
ایسے لگتا ہے ابھی کل ، ہاتھ میں زنجیر تھی

جتنا وہ قریب آئے
دل شاد ہوا جائے

گر آنکھ سے ہو اوجھل
تو دل مرا گھبرائے

فارغ ہو کوئی پل تو
بس یاد وہی آئے

جو اس سے ہوئیں باتیں
من میرا وہ دہرائے

آنکھوں میں بسا چہرہ
دل کیسے بُھلا پائے

مسرور یہ دل ہو جب
ہلکے سے وہ مُسکائے

اب ہجر کے موسم میں
آنکھوں میں گھٹا چھائے

جو اس سے ملا ، اس کے
احسانوں کے گُن گائے

دیکھا ہے اسے جس نے
وہ کیسے نہ لوٹ آئے

ارمان ہوں پورے سب
گر میرا وہ ہو جائے

طارق ہے یہی خواہش
بس اس کا ہوا جائے

❁ ❁ ❁

آگے بڑھنے کے سہارے دیکھے
ہم نے قدرت کے اشارے دیکھے

حکمراں اُٹھے مٹانے کو ہمیں
دَور ہم نے تو وہ سارے دیکھے

ہم نے جب چاک گریباں نہ کیا
کس نے پھر زخم ہمارے دیکھے

چلّو بھر پانی ملا جن کو وہ سُن
ڈوبتے شرم کے مارے دیکھے

تختۂ دار ہی تھا کب دیکھا
آگ کے بھی تو شرارے دیکھے

وہ بھی تو چاند ہی کے ساتھی تھے
ساتھ دیتے ہوئے تارے دیکھے

ہم سے تاریخ کیا چھپائے گی
ہم نے خود ہیں جو نظارے دیکھے

سرخرو ہم ہوئے ہیں جب ، ان کے
دل پہ چلتے ہوئے آرے دیکھے

شہر آباد ہے ، مرکز اپنا
کوئی دریا کے کنارے دیکھے

بات اب دو گھڑی کی ہے طارق
صبر نے پار اُتارے دیکھے

ہم نے مانا کہ محبّت میں نشہ ہوتا ہے
چاہے جانے کا نشہ اُس سے سِوا ہوتا ہے

ہو گیا اپنا اگر چاہنے والوں میں شمار
دل کو تب ، مانیں گے ہم ، دل کا پتہ ہوتا ہے

یوں تو بت خانہ ہے دل ، اور بھی بت ہیں اس میں
ہم نے دلبر کو ، الگ سب سے ، رکھا ہوتا ہے

حسن والے تو بہت اور بھی ہیں دنیا میں
ہم نے محبوب ، کوئی خاص چُنا ہوتا ہے

اب ہوا جاتا ہے ، دشمن بھی ، وفا کا قائل
ہم سے جانا ہے وہ ، کیا صدق و صفا ہوتا ہے

کاٹنا ہجر کی راتوں کو ہے مشکل ، لیکن
یاد کرنے میں بھی دلبر کو ، مزہ ہوتا ہے

اپنی مرضی سے نہ آئے ہیں ، نہ ہم جائیں گے
فیصلہ اور کسی نے یہ کِیا ہوتا ہے

گر ہوں مامور حفاظت پہ فرشتے ہر دم
لاکھ شیطاں کرے تدبیر ، تو کیا ہوتا ہے

گر نہ تقدیر بُرا چاہے کسی کا طارق
جو بھی ہوتا ہے ، چُھپا اُس میں بَھلا ہوتا ہے

کہیں گے کیسے وفا کا انہیں صلہ نہ ملا
جنہیں عطا سے تری ، علم کا خزانہ ملا

جبینِ شوق لئے گھومتے رہے برسوں
رکھا ہے سر تو جہاں تیرا آستانہ ملا

رہی ہے دل میں تمنّا کبھی کریں تُجھ سے
مگر اظہارِ محبّت کا حوصلہ نہ ملا

چلے گئے تھے بہت لوگ منتظر رہ کر
کہ تیرے آنے کا پیغامِ جاں فزا نہ ملا

کہیں یہ لوگ بھی کھو دیں نہ اعتبار اس کا
" خدا کے گھر میں بھی آ کر اگر خدا نہ ملا "

جہاں میں یوں تو مسیحا بہت نظر آئے
کوئی بھی تیرے سوا ، درد آشنا نہ ملا

ہم اس کے در پہ جھکیں ، اس سے ہی مدد چاہیں
ہمیں خدا کے سوا کوئی آسرا نہ ملا

سُخن کی داد ملی بھی ہمیں تو کیا طارقؔ
نگاہِ یار میں گر ہم کو مرتبہ نہ ملا

صبح سے پہلے جو بیدار ہوا کرتا ہے
صحبتِ شب کا طلب گار ہوا کرتا ہے

وہ بھی کیا دن تھے ، مرے دوست تھے ہمسا ئے مرے
اب تو دشمن پسِ دیوار ہوا کرتا ہے

دل کا پیغام ، نگاہوں سے نہ پہنچے، اب تو
روبرو جذبوں کا اظہار ہوا کرتا ہے

حسن جب تک نہ عیاں ہو سرِ بازار ، سُنو
کون یوسف کا خریدار ہوا کرتا ہے

مال ہو جائے بکاؤ تو خریدار آئیں
پھر تو سودا سرِ بازار ہوا کرتا ہے

وہ جو صحرا میں نکل جائے صدائیں دینے
وہ محبّت کا سزا وار ہوا کرتا ہے

دیکھنا یہ ہے مصیبت میں ہے چھوڑا کس نے
کون ایسے میں وفادار ہوا کرتا ہے

میں نے دیکھا ہے اسے چھوڑ کے طارق ، پھر بھی
وہ تو میرا ہی طرفدار ہوا کرتا ہے

ہم بھی تھے کتنے معصوم جوانی میں
عشق محبّت کر بیٹھے نادانی میں

آنکھیں پھاڑ کے مت دیکھو حیرانی میں
جیسے آگ لگی دیکھی ہو پانی میں

ناکامی کب عشق میں تھی تنہائی تھی
بیٹھے بیٹھے آیا موڑ کہانی میں

دب کر ، پے در پے صدموں کے ، بوجھ تلے
بُوڑھے ہوتے دیکھے لوگ ، جوانی میں

تازہ ہوا کا جھونکا ، حبس کے عالم میں
رونق دیکھی ، صحرا کی ویرانی میں

رہ کر پوشیدہ بھی کام آ جاتے ہیں
ہم نے فرشتے دیکھے روپ انسانی میں

راہِ وفا میں اس سے بڑھ کر کیا ہو گا
بیٹا پیش کیا جائے ، قربانی میں

رب جو راضی ہو جائے تجھ سے تو سُن
گزرے گا تیرا جیون آسانی میں

وقت کا پہیہ ہر دم چلتا رہتا ہے
پہنچے گا اب اس کو ، کون روانی میں

مہنگے داموں بھی ملتا انصاف نہیں
ڈھونڈ رہے ہو تم اس کو ارزانی میں

آخر اک دن وہ بھی پکڑا جائے گا
ڈھیل ملی ہے جس کو بھی شیطانی میں

کھُلا ہوا ہے اُس کے لئے ، توبہ کا در
جس سے طارقؔ ، بھول ہوئی نادانی میں

❁

دیارِ غیر میں ہے ، اُس کو چل کے دیکھتے ہیں
حسد سے کیوں اسے دشمن یوں جل کے دیکھتے ہیں

وہ آ کے بام پہ کرتا ہے اک اشارہ جب
تو لوگ معجزے گھر سے نکل کے دیکھتے ہیں

وہ آئے سامنے تو دیکھنے کی تاب نہ ہو
بھر آئے دل تو وہ پھر آنکھ مَل کے دیکھتے ہیں

ہماری ہو گی جو کل ، آج سے بہت بہتر
ہم اس لئے تو سبھی خواب کل کے دیکھتے ہیں

وہ جس طرح سے بھی دیکھو حسین لگتا ہے
تو بار بار اسے رُخ بدل کے دیکھتے ہیں

" وہ آئنہ ہے ہمارا ہی عکس ہے اس میں "
اسی لئے تو وہ چہرہ سنبھل کے دیکھتے ہیں

ہمیں یقین ہے مل جائے گا وہاں بھی ساتھ
تو اتنے شوق سے رستے اجل کے دیکھتے ہیں

کہیں جو حُسنِ ازل کا بیان ہو طارق
تو لوگ شعر ہماری غزل کے دیکھتے ہیں

کہاں ملتے جو کھو جاتے ، تھا عالم نیم خوابی کا
نہ ہوتا اذن جب تک آسماں سے بازیابی کا

ہوا شیطان غالب جب ، ذرا سے امتحاں میں بھی
تو کس بِرتے پہ رکھتے ہم ، گماں پھر کامیابی کا

ہمیں گرچہ ، نئی تہذیب سے ، شکوہ نہیں کوئی
ہوئی ہے ، اِن دنوں باعث یہ رشتوں کی خرابی کا

اثر انگیز ہوں اتنی مصنّف کی جو تحریریں
بھلا بھولیں گے کیسے ذکر اُس روئے کتابی کا

دکھایا راستہ اس نے خدا کے وصل کا جو ہے
سمجھ جاؤ سبب کیا ہے مرے دل کی شتابی کا

اسے حق بات کہنے میں تردّد جب نہ تھا کوئی
تو شکوہ پھر ہوا لوگوں کو اس سے، بے حجابی کا

اسی کے میکدے سے زندگی بھر پیتے رہنا ہے
اتر جاتا ہے جلدی کچھ نشہ عادی شرابی کا

رہیں گے منتظر طارق ، بڑے صبر و رضا سے ہم
ہمیں بھی حکم ہو گا ایک دن تو باریابی کا

مژدۂ جاں فزا سنا ، شہر میں پھر گلی گلی
آمدِ نو بہار ہے ، دل کی ہے کِھل گئی کَلی

باغ میں رونقیں ہوئیں ، بلبل و گل ملے ہیں پھر
ایک صدائے خوش گلو، نغموں کے ساز میں ڈھلی

بیٹھے ہیں ماہ و سال اب ، آمنے سامنے ہوئے
ملنا بھی ہے حجاب میں ، رسم ہے یہ نئی چلی

پھر بھی خدا کا شکر ہے ، جس نے ملا دیا ہمیں
پوری ہوئی جو دیر سے ، دل میں تھی آرزو پلی

پھیلی تھی یہ وبا کوئی ، یا کوئی امتحان تھا
پیدا ہوئے تھے فاصلے ، شکر کہ اب بلا ٹلی

نشو و نما ہوئی ہو جس کی خود خدا کی گود میں
روکے گا کون قوم جو خطروں میں پھولی اور پھلی

ظلم و ستم کی آگ نے کندن بنا دیا جسے
ضائع کرے گا کیا کوئی سونے کی ہو اگر ڈلی

اتنی تو بات صاف ہے ، ہوش و خرد نہیں اسے
چھوڑ کے وقت کا امام ، ڈھونڈے اگر کوئی ولی

طارق ، کھڑا کرے جسے ، کیسے وہ چھوڑ دے اسے
دیتا ہے ساتھ پھر خدا ، حرف لکھے گئے جلی

رات کے بعد ، کب سحر نہ ہوئی؟
کیسے کہتے ہیں وہ خبر نہ ہوئی

لاکھ دیکھیں نشانیاں لیکن
کوئی بھی ان کو معتبر نہ ہوئی

دیکھ کر بھی شہادتیں اتنی
دل جو پتھر تھے ، آنکھ تر نہ ہوئی

بھول بیٹھے ہیں دل سے نکلے جو
وہ کبھی آہ بے اثر نہ ہوئی

ساتھ تقدیر نے جو چھوڑ دیا
" کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی "

اک انا راستے میں حائل تھی
ایک چوٹی بھی ان سے ، سر نہ ہوئی

صاف دل ہو کے جب نہیں دیکھا
عقل پھر صاحبِ نظر نہ ہوئی

بدگمانی نے کھینچ دی دیوار
یوں ملاقات عمر بھر نہ ہوئی

طعنوں تشنوں سے کام لیتے ہیں
کوئی بات ان سے بے ضرر نہ ہوئی

ہے تعجُّب مگر کہ کیوں اُن کے
حق میں تقدیرِ خیر و شر نہ ہوئی

کاش ہوش و خرد سے لیتے کام
اس کی توفیق بھی ، مگر نہ ہوئی

عشق منزل کو لے چلا طارق
عقل جب عازمِ سفر نہ ہوئی

یہ دیکھا جائے گا ، کیا کیا عمل ، کتاب پہ ہے
تو ہو گا سرخرو ، جس کی نظر حساب پہ ہے

حسیب ہے وہ ، مگر ہے بڑا رحیم و کریم
نظر ہے نعمتوں پر ، کب مری عذاب پہ ہے

سرور روح کا پاؤ ، یا اول فول بکو
چڑھے گا کیسا نشہ ، منحصر شراب پہ ہے

نہیں ہے شکّ و شبہ ، تشنگی سے ہو گی موت
مدارِ زندگی ، صحرا میں گر ، سراب پہ ہے

ہے اُس کا حُسنِ بیاں ، حُسن سے ذرا بڑھ کر
اُٹھوں میں کیسے کہ محفل ابھی شباب پہ ہے

کریں گے دوستی ہم سے یا دشمنی ہو گی
یہ ہم نے فیصلہ چھوڑا فقط جناب پہ ہے

سنا ہے ، ہوتی ہیں مضطر کی سب دعائیں قبول
ہو اضطرار مگر ، یہ بھی اضطراب پہ ہے

وہ سائبان بنے ، سر پہ گو رہیں طارق
برس بھی جائیں ، کہاں فیصلہ سَحاب پہ ہے

سوچ کر بولنا ، چپ رہنے کی عادت کرنا
جب پڑے بولنا ، حکمت سے خطابت کرنا

یونہی تعریف کی خاطر نہ سنانا قصّے
سچ پہ مبنی ہو جو وہ پیش حکایت کرنا

عام ہے ، ہوش و خرد کھو کے کہیں مر مٹنا
دل کے پھر قابو نہ ہونے کی شکایت کرنا

جان و دل نام کسی اور کے یوں کر دینا
اتنا آساں بھی نہیں ہوتا ، محبّت کرنا

وقت کچھ اتنا زیادہ تو نہیں گزرا ہے
یاد ہو گا ، کسی مخلص کا ہدایت کرنا

پوچھتے ہم سے اگر مشورہ ہم دے دیتے
ہم بھی بتلاتے یہی ، سچ کی حمایت کرنا

ہچکچاتے رہے خود ہم ہی معیّت جو ملی
اس نے کب چاہا نہیں ، ورنہ عنایت کرنا

اس کے ہم حلقۂ احباب میں شامل ہوتے
طارق آیا ہی نہیں ، ہم کو سیاست کرنا

فقط وہ شاہزادہ تو نہیں ہے
یہی اس کا افادہ تو نہیں ہے

سمجھ کر چل رہا ہے ساری چالیں
شہنشہ ہے ، پیادہ تو نہیں ہے

بدل لیتا ہوں ، رستہ جب یہ جانوں
کہ یہ دلبر کا جادہ تو نہیں ہے

کوئی اُس کے علاوہ اس میں آئے
یہ دل اتنا کشادہ تو نہیں ہے

نہیں آتی محبّت اس کو کرنا
مگر دل اتنا سادہ تو نہیں ہے

ہوا ہے عشق ، لیکن اس کا ملنا
کہیں مشکل زیادہ تو نہیں ہے

کیا تھا اس نے ملنے کا تو وعدہ
کہیں بدلا ، ارادہ تو نہیں ہے

یقیں اس کو دلایا ہے وفا کا
کیا ہم نے بھی وعدہ تو نہیں ہے

شرافت کا کہیں شیطاں نے پہنا
نیا کوئی لبادہ تو نہیں ہے

بہت نرمی سے اس نے بات کی ہے
شرارت کا ارادہ تو نہیں ہے

بلا کا ہے نشہ ، اُس میں بھی طارقؔ
خُمار آنکھوں کا ، بادہ تو نہیں ہے

ہر زمانے میں کوئی ہوتا ہے دانا ، اچھا
یہ ضروری بھی نہیں ہو وہ زمانہ اچھا

چونکہ گفتار سے بہتر ہے کہ دیدار بھی ہو
تم بھی مل آنا کوئی کر کے بہانا اچھا

دیکھ کر جن کو خدا سامنے آ جاتا ہے
حسن کے جلووں کا نظروں میں سمانا اچھا

جب بھی جانا ہو چلے جانا اجازت لے کر
یونہی محفل سے نہیں ہوتا ہے اٹھ جانا اچھا

اُس کو سُننے کے لئے لوگ چلے آتے ہیں
اُس کو آتا ہے یہاں رنگ جمانا اچھا

عقل آتی ہے بڑھاپے میں ، جوانی میں شعور
لاڈ بچپن میں ، لڑکپن میں پڑھانا اچھا

مال و دولت کی ضرورت سے تو انکار نہیں
ہاں مگر علم کا ہوتا ہے خزانہ اچھا

گرچہ بہتر ہے کہ نوبت نہ یہاں تک پہنچے
رُوٹھنے والوں کو ہوتا ہے منانا اچھا

تم ابھی آئے ہو ، کہتے ہو ابھی جانا ہے
ایسے آنے سے تو ہوتا ہے نہ آنا اچھا

ہم سمجھتے ہیں اُسے بندہ خدا کا طارق
جس نے آنے کو ہمارے بھی ہے جانا اچھا

اس کی نظروں کا گیا خالی کبھی وار نہیں
قتل کرتا ہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں

عشق سودا ہے دل و جاں کا تو اس کھیل میں پھر
جان پیاری ہو جنہیں ہوتے وہ درکار نہیں

آبلہ پا ہی چلے ساتھ مرے کانٹوں پر
جن کے پاؤں تھے سلامت ہوئے تیّار نہیں

جو چلیں کر کے توکّل وہی پائیں منزل
جو تضرّع ہو ، دُعا جاتی تو بیکار نہیں

راستہ اس نے بتایا ہے کہاں جانا ہے
پھر اسے پانا ، کچھ ایسا بھی تو دشوار نہیں

جب محبّت کا خیال آئے تو یاد آ جائے
ہے کھڑا تاج محل ، شاہ کا دربار نہیں

ہے یقیں ، عزّت و ذلّت ہے کسی اور کے ہاتھ
روز سنتے ہیں جو کل تھی رہی سرکار نہیں

پوچھتے ہو کہ اثر کیوں نہیں ان باتوں میں
ہیں مقرّر تو بہت ، صاحبِ کردار نہیں

دیکھ ان کو نہ تعجّب سے ، تھے احساں جن پر
لوگ بِک جاتے ہیں ، گو مصر کا بازار نہیں

دیکھ کر ان کو قریب اپنے خوشی دل کو ہوئی
ان کے چہرے پہ بھی حیرت کے تو آثار نہیں

اور بھی ہوں گے بہت عشق کے روگی ، طارق
ایک ہم ہی کو ملا ہجر کا آزار نہیں

قطعہ

میری تنہائیوں نے ساتھ دیا
یاد اس کی جو در بدر نہ ہوئی

اپنی دیوانگی بھی کام آئی
عمر بیکار یوں بسر نہ ہوئی

آزاد نظم۔۔۔ کم اب وقت بچا جینے کو

میں نے عمر کے سال گنے تو
یہ احساس ہوا ہے مجھ کو
کم اب وقت بچا جینے کو
اس سے کم، جو گزر چکا ہے
مستقبل کم ہے ماضی سے

لگتا ہے وہ لڑکا ہوں میں
پیالہ جس نے ہاتھ میں پایا
بھرا ہوا اک، چیری، پھل سے

کھایا اُس نے جیسے تیسے
اس کو اتنا لطف نہ آیا
لیکن جب احساس ہوا یہ
تھوڑے سے باقی ہیں اب تو

رغبت سے پھر اک کھایا
جی بھر کے پھر لطف اٹھایا

وقت نہیں ہے پاس مرے اب
چلوں گا کیسے دھیرے دھیرے
جاؤں نہ اب میں اُس محفل میں
جہاں، تکبّر کے شعلے ہوں
حاسد اب تکلیف مجھے دیں
جو کھینچیں ٹانگیں لوگوں کی
لوگ جو ان سے بہتر ہوں گے
جن کے قدم بھی تارے چومیں
ہوں گے جو مینار ہنر کے

باتوں کا اب وقت نہیں کہ
اُن لوگوں کی بات کریں جو
نہیں مرے جیون کا حصّہ

کیوں برداشت کروں میں ان کو
جو حسّاس طبیعت کے ہیں

ناپختہ جو ذہن ہیں رکھتے
ان سے پھر کیا لینا دینا
کرسی کی خاطر جو ساری
عمر گنوا دیتے ہیں اپنی
وہ جو دیکھیں "لیبل" ہی کو
یہ نہ دیکھیں اندر کیا ہے
میرے پاس تو وقت نہیں ہے
میں تو اب "لیبل" نہ دیکھوں
میں اب دیکھوں کیا ہے اندر
مجھے تو اب جلدی ہے اتنی
میرے پیالے میں پھل کم ہیں
رہوں گا انسانوں میں جا کر
جو ٹھوکر پر اپنی ہنس دیں

دور رہوں گا اب ان سے تو
جو مغرور ہوں تھوڑا پا کے
اپنے آپ کو سب کچھ سمجھیں
اپنی ہی تعریف کریں وہ
مجھ کو بس کافی ہیں چیزیں
جن سے پُر ہے جیون میرا
شدّت سے اب جینا ہے بس
ضائع اب میں کیسے کر دوں
پھل باقی جو پیالے میں ہیں
مجھ کو یقیں ہے وہ میٹھے ہیں
ان سے بڑھ کر، جو کھائے ہیں
اب تو اطمینان ہے منزل
امن ہو خود سے اور اپنوں سے
کنفیوشس نے کہا ہے یہ تو

"دو سب کے جیون ہیں لیکن
دوجے کا آغاز ہو اُس پل
جب یہ سمجھیں، ایک ہی ہے بس"

نظم ماریو ڈی اینڈریڈ
"پختگی کا قیمتی وقت"

منظوم ترجمہ: ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

روزہ تے روزی

پُچھیا سی مزدور نوں اک دن
چڑھیا جد رمضان دا مہینہ

تُسی وی روزے رکھ لئیندے او
اوکھی مزدوری ہوندی نا !

محنت ہتھیں کر دے او جد
ڈانجھ وی فِر تے لگ جاندی نا

کئیندَا ، بابو جی کِیہ دسّاں
کِیہ ساڈا رمضان دا مہینہ

جدوں تے سانوں کم لبھ جاوے
فیر تے او روزی ہوندی نا

ناں لبھے تے بُھکّھ بھانا
میں فِر روزہ ای رکھ لئینا

پنجابی نظم

گھمن گھیرے دے وِچ پھس کے بیڑے دا کپتان
چارہ کر دا کسِراں ہو وے ، گھٹ توں گھٹ نقصان

پڑھیا لکھی ہون تے ہووے توانوں ڈاڈھا مان
آپے چودھر ہوئی تواڈی ، آپے جے پردھان

نِکیاں نِکیاں گلّاں پِچھے وِچو پئے ایمان
ایس جگ دے وِچ ہووے گا فِر کِتھوں امن امان

کندھاں تے ایہہ بُوہے وڈّے ، ایہہ تے نئیں پچھان
سبھنا دے کم اوندے جیہڑے او ہوندے اگووان

مار اڈاری اُچّی اپنی پِچھے رَئے اسمان
مکھی وانگوں گند تے بَیہنا ایہہ نئیں تیری شان

ٹُردا جا توں نیویں پا کے ، کُھلّے سب مَدان
طارق بھانویں آکھن سارے جھلّا تے نادان

❁ ❁ ❁

حمدِ باری تعالیٰ

گہرا اثر ہوا ہے بزرگوں کی بات کا
یا معجزہ ہے دل کی کسی واردات کا

میری سبھی محبّتیں اب اس کے نام ہیں
مالک ہے وہ جو ساری مری کائنات کا

کرنے کو پیش اس کو مرے پاس کچھ نہیں
رکھے گا کیوں حساب مرے واجبات کا

آئے وہی نظر مجھے ہر شے میں اب یہاں
ہر سمت ہے وہ آئنہ ، تجلّیات کا

باقی وہی بچا ، نہیں جس کو کبھی فنا
جاری ہے ورنہ سلسلہ موت و حیات کا

دستک تو دے کے دیکھ ، کب وہ کھولتا نہیں
اس نے کبھی نہ بند کیا در نجات کا

محدود کر لیا ہے جو اپنی ہی ذات کو
تو کیسے جان پائے گا بھید اس کی ذات کا

الفت میں اس کی دل مرا پگھلا تھا ایک بار
طارق یہ تذکرہ ہے اسی ایک رات کا



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ با قاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام **" لبِّ لباب "** مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ **" چاک دامانِ جنوں "** کے نام سے شائع ہوا۔ **" ہم قدم، دم بدم "** اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ **" در آئینہ صفِ دوستاں "** جولائی ۲۰۲۰ میں، **" نصیبِ چارہ گری ا "** کتوبر ۲۰۲۱ میں اور **" بازگشت "** جنوری ۲۰۲۲ میں۔ **" پیتم بن من سُونا "** ان کا ساتواں اور **" روزنِ خانۂ دل "** آٹھواں مجموعِہ کلام ہے۔



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یوکے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام **"لبِّ لباب"** مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ **"چاک دامانِ جنوں"** کے نام سے شائع ہوا۔ **"ہم قدم، دم بدم"** اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ **"در آئینہ صفِ دوستاں"** جولائی ۲۰۲۰ میں، **"نصیبِ چارہ گری"** اکتوبر ۲۰۲۱ میں اور **"بازگشت"** جنوری ۲۰۲۲ میں۔ **"چیتم بن من موتا"** ان کا ساتواں اور **"روزنِ خانۂ دل"** آٹھواں مجموعہ کلام ہے۔